ادبی رسالہ نمبر-4

ماہنامہ
اکیسویں صدی

باذوق اور باوقار
لوگوں کی پسند

جنوری
2024

فن اور فنکار

فن اور فنکار

فن اور فنکار

فن اور فنکار

فن اور فنکار

حمد باری تعالی

کُن مرکزِ تصدیق ہے اثباتِ الٰہی
ہر ذرّہ تخلیق ہے اثباتِ الٰہی

حجت نہ دلائل کی تمنا ہے ہمیشہ
بس قلب کی توثیق ہے اثباتِ الٰہی

لاشئ فقط ایک ہے مادے کی حقیقت
ہر علم کی تحقیق ہے اثباتِ الٰہی

مائل ہیں اگر آج بھی اذھان کجی پر
ہر نفس کی توفیق ہے اثباتِ الٰہی

کیفیتِ ارواح سے عاجز ہے بصیرت
تن حاملِ ابریق ہے اثباتِ الٰہی

گر عجز میں پنہاں ہے گہر، گوہر مقصود
کب؟ حاملِ تعمیق ہے اثباتِ الٰہی

گوہر رحمٰن گہر مردانوی

نعت شریف

سرکار ﷺ ہوئی مجھ پہ تو رحمت ہے تمہاری ﷺ

نعتیں جو میں کہتا ہوں عنایت ہے تمہاری ﷺ

دنیا میں سنبھالے ہیں جہاں بھر کے غموں سے

محشر میں بھی تو ساتھ شفاعت ہے تمہاری ﷺ

تخلیق کئے عرش بھی یہ فرش خدا نے

دونوں ہی جہانوں میں حکومت ہے تمہاری ﷺ

ہو عود کہ عنبر ہے پسینے کی مہک سے

ہر پھول کی خوشبو میں تو نکہت ہے تمہاری ﷺ

لاکھوں میں کروں شکر ادا رب کا کہ میری

اولاد کے دل میں بھی محبت ہے تمہاری ﷺ

کتنے ہیں پریشان زمانے کے ستائے

رحمت کی ہمیں آج ضرورت ہے تمہاری ﷺ

مقبول ہوں الفاظ سبھی نعت کے آقا ﷺ

معصوم نے لکھی جو یہ مدحت ہے تمہاری ﷺ

الصلاۃ والسلام علیک یا سید المرسلین

انعام الحق صابری

منقبت جنابِ صدّیق اکبرؓ

جہاں آقا ﷺ وہاں صدّیق اکبرؓ
وفا کا پاسباں صدّیق اکبرؓ
نبی ﷺ کے حکم پہ لا کر اٹھا کر
سبھی مالِ جہاں صدّیق اکبرؓ
دیا سب کچھ لٹا عشقِ نبی ﷺ میں
سخاوت کا نشاں صدّیق اکبرؓ
ہمارا دل محبت سے پکارے
عقیدت ہو بیاں صدّیق اکبرؓ
کہا صدّیق آقا ﷺ نے تبھی سے
ہو اورِ دزباں صدّیق اکبرؓ
بنے ہیں جاں نشیں اور ہمسفر بھی
وفا کا دوستاں صدّیق اکبرؓ
ہر اک پہلو نمایاں ہے تمھارا
ہے چاہت بیکراں صدّیق اکبرؓ
نبی ﷺ کا حق رب جو ہے چاہیے تو
کرو مدحت بیاں صدّیق اکبرؓ
ملائک نے پکارا آسماں پر
ہے چاہت کا نشاں صدّیق اکبرؓ

معظم علی پاشا۔

غزل

خود سے میں اپنی شکایت ۔۔کروں تو کیسے کروں
خود سے میں آپ ہی نفرت کروں تو کیسے کروں

ہے بہت دھوپ ۔۔۔ یہاں سایۂ دیوار نہیں
نرم پھولوں کی حفاظت کروں تو کیسے کروں

دل دھڑکتا نہیں ہے۔۔ کانپتا ہے سینے میں
دل کچلنے کی جسارت ۔۔۔کروں تو کیسے کروں

جب میں بیمار ہوا روح ۔۔۔۔بھی ملنے آئی
اس نے پوچھا میں عیادت کروں تو کیسے کروں

پھول کا روتا ہوا عکس ۔۔۔۔۔۔بنایا اس نے
میں مصور ۔۔۔۔کی حمایت کروں تو کیسے کروں

ابر کی چاہ میں سب پھول تڑپتے ہیں ۔یہاں
دشت میں تجھ سے محبت کروں تو کیسے کروں

کوچۂ جاں میں بہت شور ابلتے ہیں ۔۔وقیع
میں فنا ہونے کی ہمت کروں تو کیسے کروں

سید محمد وقیع

اسد یاسین

چائے چولی اور دسمبر، دامن کا ساتھ!

دسمبر کی سرد راتوں میں چائے کا نوش کرنا کسی انمول نعمت سے کم نہیں جبھی کہتے کہ دسمبر اور چائے کا چولی دامن کا ساتھ ہے،

کیوں۔۔۔۔۔نہ مر جائیں اس اداء چھلکنے کی تھرتھراہٹ

اجزاء۔۔۔۔۔۔خواب غفلت جب بکھرے بکھرے الگ الگ

پینے والوں لوٹ لو اس جام کی لزت بناء کپکپاہٹ

سنہری حُسن مزہ بھی تسکین روح بھی تھرک تھرک

چائے جسے کہتے اس خُوش رُو کی آمید سرِ سرسراہٹ

سُن لو اور آنکھیں خیرہ کر کے لب تر کر لو چسک چسک

چائے پیتے نہیں "چائے" چباتے ہیں

چائے بھی ایک نشہ کی طرح ھے جو نہیں ھوتا تو ھونے کی

طلب ھوتی اور گر ھو جاتا تو نہ اترنے کی سرا بیتاب رھتی اور لوگ بھول جاتے پینی ھے کہ چبانی،

کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوش کشا کش ایسے بھی ھوتے ہیں

سونا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھی جاگنا اور اٹھنا بھی سونا ھوتے ھیں

چائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بنا چائے جوب چین ہو جاتے ھیں اکثر

مل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چائے جو مفت کی پیتے نہیں چباتے، کھوتے ھیں

اب۔۔۔۔۔۔۔۔تو جب دھواں سا اٹھتا اور مہک مہکتی ہر طرف

ہم۔۔۔۔انکی باتوں میں کھو جانا چھوڑ، دھابے میں ھوتے ھیں

دلربا۔۔۔۔۔۔اور سہی بہت مل چائے جناب چھوڑ یے تکلف

چائے سی محبوبہ جو ملی شیخ، اکثر اسکے قریب ھوتے ھیں

چائے مثلِ حُسن!

وہ میری منظورِ نظر چائے کی چسکیاں دھیرے دھیرے

منہ میں، جنگل کے سحر زدہ ماحول میں اور میری مستقل مست نگاہوں کا محور میری محبوبہ، من کو مسحور کر دیتی

گزرتے لمحاتِ میں،

کتنا حسین امتزاج بکھرے ہیں رنگ قوس وقزح ءقدرت کے

دیکھا نہ ہوگا پہلے کبھی شائد ایسا منظرِ رواں ندرت کے

ایک خاکی سی چائے کی پیالی میرے دل کو از حد بھاتی

ہاتھوں کی نرمی پیروں کی رعنائ پینے والے کا حال سناتی

کچھ پھول نوخیز اور خشک پتیاں بھی ہمقدم کیا ساتھی

سب کچھ تو واں نہیں مگر دھواں رنگ لائے بھی تو کیسے

رنگِ امبر کا گہرا پن سب کو گہنا کے جنم رِیتِ الفت بتاتی

ہیپی میری کرسمس کہنا، ایک کھلا شرک!

میرے عزیز احباب محترم، محترمات بچئے ا

25 دسمبر کو عیسائی قوم جنکو قرآن میں نصاری کہا گیا ھے وہ بڑی شدومد سے یہ تہوار
مناتے ھیں اور انکے ساتھ ہی آجکے پرفتن دور میں اکثریت سادہ لوگ جو دین کی بنیادیں باتوں عقیدوں سے نابلد ھوتے ہیں وہ بھی انکے
ساتھ اس مہم میں جو کہ شرک کبیرہ ھے میں
شامل ھوجاتے ھیں. کیا آپکو معلوم زرا سا احساس بھی ھے ان الفاظ کا مفھوم کیا ھے. یہ ہمارے نزدیک نہیں (بلکہ کرسچن کتب کے مطابق
یہ ھے معاز اللہ، ' آج مولود عیسی یا خدا کے بیٹے کی
پیدائش یا مریم نے عیسی کو جنا،)

کیوں.......-.......چنتا ھے مردار بدتہواروں کو
گمان..............فھم کے مزاج میں مبتلا ھوکر
اپنایا..............شر کے بدترین راہ گزاروں کو
سمجھ............لیا دین و دنیا کا ما حصل یہی
سمجھ..........کسوٹی قرآن وسنت اپنانے کو
بدل..........لے بشر تُو اب اپنی خودی وقت ھے
ورنہ..........-جسکو بھیج دیا رب نے راہِ گمراہ
سب....ملکر بھی بچا نہ سکیں اس بدبخت کو

اللہ اکبر، اسی کفر کے بارے اللہ وحدہ لاشریک نے بہت سخت کلمات کہے فرمایا، کہ قریب ھے
آسمان پھٹ جائے، زمین شق، کیا انھوں نے رب کا بیٹا تراش لیا ھے، بہت بڑی بات جو یہ کہ بیٹھے
ہمارے لیے تو یہی کلام کافی تھا، من تشبہ ھوقوم فھو من، سنن ترمزی، جو جس قوم کی مشابہت
کرے گا وہ انہیں سے ھے. سو الحمدللہ ہم منہج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ھیں تو پھر
کیوں دین کی متوازی راہیں اختیار کریں، ہمیں دین نے روکا نہیں جو جائز طریق پہ خوشیاں

کیوں دین کی متوازی راہیں اختیار کریں، ہمیں دین نے روکا نہیں جو جائز طریق پہ خوشیاں

سلیبریٹ کرنے سے، ارشاد باری تعالی ھے! یاایھا لزین امنوالاتتخذ واالیھود والنصاری اولیاء
بعضھم اولیاءبعض۔ومیتولھم منکم فانہ منھم۔ان اللہ لایھدی القوم الظلمین۔(المائدہ51)

ترجمہ۔اے ایمان والوں۔یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ۔وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ھیں جو کوئی انہیں دوست بنائے گا بیشک انہیں میں سے ھوجائیگا۔بیشک اللہ ظالموں کو

ھدایت نہیں کرتا۔

سوجان لیجیے کہ کسی کی خوشیوں رسوم تہوار عید میں شراکت دوست اور عزیز بنکر ہی کی

جاتی۔کیا ہم میں سے کوئی اللہ کی ھدایت سے محروم ھونا چاھے گا۔اللہ کی نظر میں ظالم بننا چاھے گا۔سوچیے ظالم بہت خطرناک لفظ ھے جسکے ایک معنے مشرک کے بھی ھیں۔

اللہ ہمیں دین کو سمجھنے اور سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ارشاد ربانی ہے

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبیّن لہ الھدی ویتّبع غیر سبیل الموءمنین نولّہ ماتولی ونصلہ جھنم وسآءت مصیرا(النساء ۱۱۵) ترجمہ۔اور جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پہ کمربستہ ہوا اور اہل ایمان کی روش (صراط مستقیم) کے سوا کسی اور راستے پہ چلے درآں حالیکہ اس پہ راہ راست واضح ہوچکی تو اسکو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر (گمراھی کی طرف) وہ خود پھر گیا اور اسے جھنم میں جھونکیں گے۔اور وہ بھت بری جگہ ہے۔جس نے خیر کے سوا کچھ نہ کمایا اور تمام محنتیں جہد معروف میں صرف کیں اور اسکی نظریں خیر الیوم پہ تا حیات مرکوز اسکیلیے دنیا ایک لمحے کے سوا کچھ نہیں

اور جس نے شر کے سوا کچھ نہ کمایا اور نہ خیر کیلیے تگ و دو کی اور اسکی نظروں میں دنیا کی رنگینیوں اور زینت کے سوا کچھ نہیں تھا۔اسکیلیے بھی دنیا ایک لمحہ ہی ھے کہ حیات طویل کیوں نہ ھو گی کہ ابھی اور عیاشیاں سمیٹنی باقی تھیں۔

شیخ۔ا۔ی

دسمبر بلاخر چھوڑ جاتا ھے!

شیخ۔ا۔ی

لیکن جنہیں بچھڑنا ھوتا جنوری دیکھتے نہ دسمبر بس چھوڑ دیتے ھیں وہ لوگ پتہ ھے کیوں، وہ کتنے ہی حسین خوبصورت ھوں محبت کا بوجھ ہمیشہ اٹھانا نہیں جانتے دوسرا وہ دوسرے کے دردِ دل کی فیلنگس سے عاری ھوجاتے ھیں، ہاں انہیں بس چھوڑ جانا ھوتا ھے۔اور وہ یادیں دے جاتے فقط،

گجرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلابی اور نین تیرے گجرارے گلابی انچل بھی تیرا شاندار

مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہاں بھولنے دے گا برقرار ھے گا تیری یادوں کا مزار

یہ جو بھیگے بھیگے سے قطرے تیرے چہرہ کی مشکلوں کو عیاں کرتے بار بار

سوگوار حسن کی اندوہناک بےچینی کو سرِ عام رواں کر کے بکھیر رھے تار تار

تیری۔۔۔۔۔۔۔۔انکھوں کا طلسم دیکھوں یا گلابی لب کی جنبش کا کروں شمار

جن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں چھپے ھو☒ ے ھیں شکوے کرب اور درد کے افسانے بیشمار

اہ۔۔۔۔۔۔۔۔میں بھی کتنا بیدردی تیرے حزن میں تیرا حسن تلاش رہا سوگوار

مگر کیا کروں امیدِ سحر رکھتو بھی اور میں بھی کوشش حصولِ سکون شیخ

زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔کی کٹھنا☒ یاں بنیں گی شادمانیاں ایک دن بدلہ میں شمار ہزار

تم جانتی ھو تمھاری انگڑا☒ تمہارے بدن کا ایک ایک اعضا☒ ے ر☒ یسہ مجھ پہ کیا کیا قیامت ڈھا دیتا ھے۔تم تو ایک معصوم سفید براق پری کی طرح اپنی کسلمندی اتارتی ھو اور میں تمھارے بدن کی کہکشانی رعنا☒ یوں کے طلسم میں کھوجاتا بلکہ بہک جاتا بلکہ کچھ گستاخیاں کرنے کا من کرنے لگ جاتا ھے، محسوس تو کر کے زرا میرے ہاتھوں کو اپنے سفید گلِ چمن پہ مجھے میسر ھونے کا ایک لمحہ عطا کردو،

تم سحر و شب زیبا، نہ کرو نورِ وفا☒ ینہ

کبھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سچ بھی کہتا ھے گلِ آئینہ

سوچ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا قید کروگی قفس میں

آئینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کومقید کردیا سرِ عکس آئینہ

خود۔۔۔۔۔۔۔پریشان ھےاس کشمکش پہ اسد

محروم نہ ھوجا※ں دیدارِ یار سے ٹوٹا جو آئینہ

شیخ۔ا۔ی

ڈاکٹر انصاری مختار احمد کے افسانے بانسری پر تبصرہ

از: قلم

نورین خان پشاور پاکستان

بانسری ڈاکٹر انصاری مختار احمد کا افسانہ ہے۔ جو بلاشبہ تعریف کے لائق ہے اس افسانے میں ہمدردی اور تعریف کے ساتھ جو ایک بزرگ عورت جو بیوہ اور غریب ہوتی ہے، اور اس کے معذور سوتیلے بیٹے کے درمیان غیر مشروط محبت کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ بوڑھی خواتین کی محبت ایک دلکش اور دل دہلا دینے والی کہانی ہے۔ ایک لاچار اور بے بس بیوہ خاتون جو اپنے سوتیلے بیٹے سے بہت پیار کرتی ہے۔ جو ہمدردی، محبت، لگاؤ اور خاندانی بندھن کی طاقت پر روشنی ڈالتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے افسانے کو جس روانی اور خوبصورتی سے لکھا ہے اسکی مثال نہیں۔ کیونکہ آج بھی ہمارے سماج میں ایسے عظیم لوگ زندہ ہے۔ جو اپنی خوشی پر دوسروں کی خوشیوں کو فوقیت دیتے ہیں۔ مصنف کی ہنر مند کہانی سنانے کا انداز اور بیان ہمیں ایک پیاری جوڑی سے متعارف کرایا گیا ہے: بوڑھی عورت، جس کی اٹل محبت کسی بھی رکاوٹ پر قابو پاتی ہے، اور اس کا سوتیلا بیٹا، جسے اپنی معذوری کی وجہ سے روزانہ چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ افسانہ گہرائی سے ان کے تعلقات کی پیچیدگیوں کو تلاش اور تفصیل سے بیان کرتا ہے، گہرے جذباتی تعلق کو بیان کرتا ہے جو جسمانی حدود سے بالاتر ہے۔ جو ایک امر محبت ہے۔

اس افسانے میں جو چیز صحیح معنوں میں نمایاں ہے وہ بزرگ خاتون کی بے لوثی اور اپنے سوتیلے بیٹے کی فلاح وبہبود کے لیے اٹل لگن کی تصویر کشی ہے۔ مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود، وہ اس کی طاقت کا ستون بن جاتی ہے، اس پر محبت، مہربانی نچھاور کرتی ہے اور مسلسل دیکھ بھال کرتی ہے۔اس بوڑھی عظیم ماں کا کردار بے لوث محبت کی طاقت کی مثال دیتا ہے اور ہمیں اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ سرپرست کی محبت کسی فرد کی زندگی پر کیا گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔

مزید برآں، یہ افسانہ معذوری، سماجی دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرنے اور شمولیت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے بارے میں ایک تازگی بخش تناظر فراہم کرتا ہے۔کیونکہ عام طور پر معذور لوگوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ یہ ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ ہر کوئی اپنی جسمانی صلاحیتوں سے قطع نظر محبت، حمایت اور مساوی مواقع اور حقوق کا مستحق ہے۔

اپنے الفاظ کے ذریعے حقیقی جذبات کو ابھارنے کی مصنف کی صلاحیت واقعی قابل تعریف ہے۔ کرداروں کے درمیان بانٹنے والے لمحات کے ساتھ ساتھ ان کو ایک ساتھ درپیش چیلنجوں سے نمٹنے میں کوئی مدد نہیں کرسکتا۔مگر وہ عظیم ماں اپنے تیئں کوششوں میں مصروف عمل رہتی ہے۔کہانی سنانے میں بہترین لوازمات مکالمے منظر کشی سب تفصیل سے مالا مال ہے،جس میں کرداروں کی زندگی اور تجربات کی واضح تصویر پیش کی گئی ہے۔

بانسری بوڑھی خواتین سے محبت انسانی جذبے کی طاقت اور ایک دوسرے کی زندگیوں پر ہمارے گہرے اثرات کا ثبوت ہے۔ یہ ہمیں ہمدردی، اچھائی اور پرورش کرنے والے بندھن کی قدر کرنا سکھاتا ہے جسے ہم اپنے پیاروں کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ یہ افسانہ محبت، قبولیت، اور ایک شخص کے دوسرے پر گہرے اثرات کی ایک چھونے والی تحقیق ہے،جس سے قارئین کو انسانی روابط کی خوبصورتی کے لیے تشکر اور تعریف کے نئے احساس کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔کہ افسانہ تو پڑھ لیا اب آپ اپنی رائے کا اظہار کریں۔مختصر افسانہ بانسری ایک بہترین افسانہ ہے۔

خیر حق ہے اور شر شیطان

کسی سرپھرے نے کہا کہ جو بھی معرفت حاصل کرنی ھو روح کے زریعے کریں،
پس میں نے جو جواب دیا منہجِ حقہ کے موافق دیا،
دل دماغ آنکھیں اور باقی اعصا بدن بھی اگر ان میں روح نہ ھو تو یہ مردہ ھوجاے روح سے ہی تو یہ جسم شعور رکھتا ھے اور روح ہی تو تمام اعصا کو استعمال کرنے کا گر بتاتی ھے۔ انہیں یہ کہنے کہ بجاے کہ روح سے پڑھیں تو خدا نظر آے گا بلکل فضول سی بات ھے بلکہ یہ کہنا چاہیے تھا کہ ایمان اور عقیدے سے پڑھے تو وہ دین اللہ کریم اور پیارے رسول ﷺ کی معرفت حاصل کرتا ھے جو دین کے بنیادی ماخز ہیں۔
ہر انسان مسلمان مومن میں خیر اور شر چھپا ھے جو صراط مستقیم اور سبل الشیطن لے جاتا ھے۔
باقی رھا خدا کا لفظ، اول تو رب کے پیارے پیارے اسماے حسنی ہیں جن سے پکارنے کا رب نے حکم دیا دوم یہ فارسی کا لفظ ھے خدا کہ جسکی جمع بھی ھوتی خدایا یا خداے ذوالجلال متروک ھے۔۔ پس اللہ وحدہ لاشریک یکتا اور کبریا احد ھے۔ سوم اللہ تعالی نظر نہیں آتا نہ کو اسے دیکھ سکتا دنیا کی کوآنکھ اسکا ادراک نہین کرسکتی۔ اور یہ بات بھی قرآن وحدیث ﷺ سے ثابت ھے۔
اور اگر یہ کہا جاے کہ حدیث جبرایل میں بھی تو احسان کے معنے پیارے رسول ﷺ نے بتایا کہ اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے اللہ کو دیکھ رھے ھو ورنہ اللہ تو تمہیں دیکھ رھا ھے تو محترم
اول تو ایسا پیارے رسول ﷺ نے فرمایا جو ایسا کہنا کا حق رکھتے وماینطق عن الھوی ان ھوالاوحی یوحی کے مطابق اور دوم یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا اس لیے فرمایا کہ بندہ جب اللہ کی عبادت کرے تو اتنا خشوع خضوع اور اللہ کا ڈر خود میں پیدا کرے کہ جس زات سے وہ ڈر رھا وہ اس کے آس پاس ہی ھے۔ وماتوفیقی الا باللہ!
عشق، شر ھے اور محبت خیر ھے، یہ لفظ عشق بظاہر اپنے اندر ایک کشش تو رکھتا ھے مگر کیا آپ جانتے ہیں یہ کشش شھوتِ شر کا خوبصورت پیراہن پہن کر پہلے عقیدے پھر ایمان اور تیسرے درجے میں حیا پہ حملہ کرتا ھے اور حیا پہ عشق کا داو خصوصیت کے ساتھ چلتا ھے اور اکثر حیا سوز معاملات اسی کی وجہ سے وجود اور بپا پاتے ہیں۔ عشق کو اگر مبالغہ آمیزی یا غلو کہا جاے تو بے جا نہ ھوگا۔ کیونکہ اتنی کثرت اور جنونیت

کے کسی کے پیچھے لگتا ھے اوراسکی اتنی تعریف کرتا ھے کہ جیسے کہ شاعراور شاعری کے بارے کہا جا تا ھے کہ وہ گمان کی تاریکیوں میں بھٹکتے ہیں اور جو کچھ کہتے اسے ہی روشنی سمجھتے ہیں۔

سچ اور حق

XXXXXXXXXXX

حقیقت تو یہی ھے اور جو معلوم بھی حق کے ساتھ ھوتی ھے کہ عشق معشوق ڈوب جانا، فنا ھو جانا، ایک ھو جانا ایسی اصطلاحیں ہیں جنکے ناپاک وجود سے قرآن وسنت اور احادیث ﷺ بلکل پاک ھیں۔ اور اس لفظِ متروک کا سایہ یا عکس بھی دین میں نہین ھے۔ بلکہ اس عشق، مستانہ دیوانگی اور پاگل پن عقل خرد کے بلمقابل بلکہ ان موزی جانوروں کا دشمن صرف ایک لفظ ھے اور وہ کیا ھے۔

آX یے ہم آپکو بتاتے ہیں۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی تحببکم اللہ

محبت اور صرف محبت پاکیزہ محترم مقدس اور وسعتِ چاھت لX یےھوX ے ھے جسپر اللہ تعالی کا حکم اور رسولِ کریم محمد ﷺ کی سندِ باکمال ثبت ھے۔

وما توفیقی الا باللہ

جعلسازی کے لیے بنائے گیے فیک اکاؤنٹس:

گل رعنا صدیقی

یہ اکاؤنٹس سائبر کرمنل کسی پبلک فگر یا کمپنی کے نام سے بنایا کرتے ہیں۔ان کا مقصد لوگوں کو دھوکا دینا اور مشہور شخصیات یا کاروبار کا نام استعمال کر کے اپنا الو سیدھا کرنا ہوتا ہے۔نہ صرف ان کو ایڈ کرنے والے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں بلکہ جس شخصیت یا کاروبار کے نام سے یہ اکاؤنٹ بنایا جاتا ہے،اس کی ساکھ بھی خراب ہوتی ہے۔ایسے جعلسازوں سے بچنے کے لیے بنیادی چھان بین کے کچھ طریقے یہ ہیں:

1۔ پروفائل پکچر:

جعلساز اپنی پروفائل پکچر کے لیے کسی معروف شخصیت کی تصویر یا کسی کمپنی کا لوگو استعمال کرتے ہیں۔اگر یہ پکچر low resolution کی ہے تو اکاؤنٹ فیک ہونے کے امکانات واضح ہیں۔اس پروفائل پکچر کو انٹرنیٹ پر سرچ کر کے دیکھیں کہ یہ اور کس جگہ یا کس اکاؤنٹ میں استعمال ہوئی ہے۔

.2 اکاؤنٹ کا نام اور بنیادی معلومات:

اگر کسی معروف شخصیت یا بزنس اکاؤنٹ کی طرف سے ریکویسٹ آئی ہے تو اس کے نام کی اسپیلنگ غور سے دیکھیں۔اکثر ایسے جعلی ناموں کی اسپیلنگ اصلی نام سے کچھ مختلف ہوتی ہے۔بعض جعلساز بڑی کمپنیز کے نام سے ایسے اکاؤنٹس بناتے ہیں جس سے ظاہر ہو کہ یہ اصلی پروفائل کا ہی کوئی ذیلی اکاؤنٹ ہے مثلاً کسی بھی ادارے کے کسٹمر سروس یا ہوم ڈیلیوری سروسز کے نام سے یہ اپنا پروفائل بناتے ہیں۔ ایسے اکاؤنٹس کو ہمیشہ چیک کر لینا چاہیئے کہ وہ کمپنی کی آفیشل ویب سائیٹ سے کنیکٹڈ ہے یا نہیں۔

.3 ویریفیکیشن بیجز:

زیادہ تر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز مشہور شخصیات اور اداروں کو ویریفیکیشن بیجز دیتی ہیں جن سے یہ تصدیق کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ یہ اکاؤنٹ جعلی نہیں ہے۔تاہم ہر پبلک فگر کے پاس ایسے بیج کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

4.فالوورز کی تعداد:

پبلک فگرز اور کارپوریٹ پروفائلز کے فالوورز کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔اس لیے اگر آپ کسی ایسے پروفائل پر توقع سے کم فالوورز دیکھیں تو اس اکاؤنٹ کے جعلی ہونے کا امکان ہے۔

5.اکاؤنٹ ہسٹری:

فیک اکاؤنٹس عام طور پر دوسروں کی پوسٹس شیئر کرتے ہیں۔ان کی وال پر اپنا لکھا ہوا کانٹینٹ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔اصلی پبلک فگرز کی پوسٹس پر انگیجمنٹ (لائیکس، کمنٹس) بہت زیادہ ہوتی ہے۔اگر آپ کو ایسی والز پر متوقع انگیجمنٹ نظر نہ آئے تو یہ بات بھی اکاؤنٹ جعلی ہونے کی علامت ہوسکتی ہے۔لیکن زیادہ ہوشیار جعلساز پیسے دے کر اپنی وال پر انگیجمنٹ حاصل کرتے ہیں۔اس کے باوجود آپ پیڈ انگیجمنٹ باآسانی بھانپ سکتے ہیں۔ایسی والز پر تمام کمنٹس یا تو پوسٹ سے غیر متعلق ہوتے ہیں یا زیادہ تر کیسز میں صرف ایموجیز یا اسٹیکرز کی صورت میں نظر آتے ہیں۔جینوئین لکھے ہوئے تبصرے ایسے پروفائلز پر نہیں ملتے۔

بوٹس(:(BOTS

گل رعنا صدیقی

بوٹس ایسے جعلی اکاؤنٹ ہوتے ہیں جو عام طور پر ایک مخصوص بیانیئے یا ایجنڈے کو پروموٹ کرتے ہیں۔ یہ اکاؤنٹ افواہیں پھیلاتے ہیں اور عوام کی را ئے اپنے من چاہے رخ پر موڑنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ بوٹ اکاؤنٹ سے خبردار رہنے کے کچھ طریقے یہ ہیں:

1. پروفائل پکچر:

ان اکاؤنٹس میں عام طور پر کوئی پروفائل پکچر نہیں ہوتی یا اوتار(avatar) لگا ہوا نظر آتا ہے۔کم ریزولوشن والی پکچرز اکاؤنٹ کے جعلی ہونے کی علامت ہو سکتی ہیں۔

2. اکاؤنٹ کا نام اور بنیادی معلومات:

بوٹ اکاؤنٹس کا نام عموماً الفاظ، حروف اور اعداد کا عجیب وغریب مرکب ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ نام کسی کمپیوٹر پروگرامنگ کے ذریعے خود بخود جنریٹ کیا گیا ہو۔ ایسے اکاؤنٹس کے اباؤٹ سیکشن میں کسی قسم کی کوئی ایسی معلومات نہیں ہوتیں جن سے پتا چل سکے کہ اس اکاؤنٹ کا مالک کون ہے۔

3. فالوورز کی تعداد:

بوٹ اکاؤنٹ بہت بڑی تعداد میں دوسرے اکاؤنٹس کو فالو کرتے ہیں لیکن ان کے اپنے فالوورز بہت کم ہوتے ہیں۔ یہ افواہیں پھیلانے اور کسی بھی ملکی یا غیر ملکی معاملے میں عوام کی را ئے اپنی مرضی سے بدلنے کا کام کرتے ہیں۔

4. اکاؤنٹ ہسٹری:

ایسے اکاؤنٹ کا تجزیہ کریں کہ وہ کیا پوسٹ یا کمنٹ کر رہا ہے۔ اگر وہ صرف چند مخصوص موضوعات کے متعلق بار بار لکھ رہا ہے اور طرزِ تحریر بھی انتہا پسندانہ ہے، نیز تحریر کے الفاظ ناپختہ، بچگانہ اور گرامر کی اغلاط سے بھرپور ہیں تو یہ بوٹ اکاؤنٹ ہو سکتا ہے۔

جدید طریقہ فراڈ

حمیرا علیم

ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ مقدور بھر صدقہ خیرات کرے اور نیکی کے کاموں میں اپنا حصہ ڈالے۔لیکن آج کل کا دور اتنا پر فتن ہے کہ بڑے بڑے نیک لوگ بھی بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا نکل آتے ہیں۔اس لیے جب بھی صدقہ کریں تو اپنے ہاتھ سے کریں۔اور اگر کوئی شخص مدد کی اپیل کرے اپنے لیے یا کسی اور مستحق کے لیے تو ذاتی
طور پر تحقیق کر کے اپنا مال اس کے حوالے کیجئے۔اگر وہ شخص آپ کے پاس کسی اور جاننے والے کے حوالے سے آئے تو اس جاننے والے سے بات کر کے اس کی مدد کریں۔

یہ آرٹیکل لکھنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک صاحب جنہوں نے سوشل میڈیا پر اپنے نیک ہونے کا خوب پرچار کر رکھا ہے اور ہم رائٹر زان کے اس اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی صلاحیت سے متاثر ہو کر ان کی کچھ پوسٹس بھی شیئر کر چکے ہیں۔ان کی قلعی ہمارے سامنے کھلی تو خاصا دکھ ہوا۔اب نام مت پوچھیے گا کیونکہ یہ ہمارے لیے، خصوصا خواتین کے لیے، ذرا خطرناک ہو جائے گا۔مجھے اپنا تو کوئی ڈر نہیں کہ ایسے لوگوں کے کسی بھی فضول اسٹنٹ سے نمٹنا آتا ہے مجھے۔ایف آئی اور سائبر کرائم زندہ باد۔ہاں دوسری خواتین کے لیے باعث اذیت ہو سکتا ہے۔اس لیے بس یہ دھیان رکھیے کہ اگر کوئی ہمارے یا کسی اور کے ریفرنس سے آپ سے مدد یا تعاون کی اپیل کرے تو پہلے کنفرم کر لیجئے۔

اور دوسرا واقعہ جو ہمارے ایک فیملی فرینڈ کے ساتھ پیش آیا وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا پاکستان میں دیگر فراڈ کے طریقے ہیں خصوصا کسی قریبی رشتے دار کو ایک میسیج ملنے والا کہ میں ہاسپٹل میں ہوں ایزی پیسہ جیز نمبر پر کیش بھیج دیجئے۔مگر اس فراڈ کی ایک حد ہوتی تھی۔جو جدید فراڈ ہے اس میں پیسے ذرا کچھ زیادہ ہیں اور ٹھگوں والے طریقے کے مطابق لالچ بھی۔

ہوا کچھ یوں کہ ہمارے ان فیملی فرینڈ کو ان کے سعودیہ مقیم بھانجے کے نمبر سے میسیج آیا: ماموں میں نے آپ کے بینک اکاونٹ میں آٹھ لاکھ بھیجے ہیں۔میرے ایک دوست کو تین لاکھ چاہیے اس لیے آپ اس نمبر پر تین لاکھ بھیج دیجئے۔ماموں کو بھانجے کے 8 میں سے 3 لاکھ دینے سے کیا فرق پڑتا تھا لہذا جھٹ ٹرانسفر فرما دیئے۔اور بھانجے کو اطلاع دینے کے لیے کال کی تو معلوم ہوا اس نے نہ تو پیسے بھیجے تھے نہ مانگے تھے اور اس کا وہ نمبر تو کئی مہینوں سے بند ہو چکا تھا۔

ایک اور صاحب کو ایسے ہی بھتیجے کا میسیج موصول ہوا۔لیکن انہوں نے مطالبہ کیا مجھے فون کر کے بتاو۔ جواب موصول ہوا: میں ایسی جگہ ہوں جہاں سے کال نہیں کر سکتا۔ان صاحب نے کہا اچھا وائس میسیج کر دو۔ جب کافی دیر انتظار کے بعد بھی میسیج نہ آیا تو انہوں نے خود بھتیجے کے لینڈ لائن پر کال کر کے کنفرم کیا تو یہ ایک فراڈ کال تھی۔ چنانچہ ان کی ذرا سی احتیاط سے پیسے بچ گئے۔

اس طرح کے فراڈ کے کامیاب ہونے کی پہلی وجہ لالچ ہے جو انسان کے دماغ کو ماوف کر دیتا ہے۔دوسری وجہ اعتماد ہے کہ ہمارے فیملی ممبر جھوٹ تو نہیں کہیں گے۔تیسری وجہ بے احتیاطی ہے۔ہم سب جانتے ہیں کہ ہر بینک فنڈ ٹرانسفر یا ٹرانزیکشن پر ایک میسیج اور ای میل دونوں اکاؤنٹس کے ٹائیٹلز اور نمبرز سمیت کرتا ہے۔ جب تک یہ میسیج نہ ملے کسی ٹرانسفر کے بارے میں کنفرم نہیں ہوتا۔آپ ان دو سہولیات سے فائدہ نہیں اٹھا رہے تو واٹس ایپ یا بینک کال کر کے کنفرم کیا جا سکتا ہے۔اور کچھ نہیں تو پیسے بھیجنے والے کو کال کر کے تو پوچھ ہی سکتے ہیں۔مگر ہم فوراً سے اس دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایسے فراڈ کی کئی اقسام ہیں۔کبھی آپ کو ای میل ملتی ہے کہ میں فلاں ملک کا پرنس، کنگ، کوئین یا وزیر خزانہ ہوں آپ کی لاٹری نکلی ہے یا ان صاحبان نے اپنی وصیت میں آپ کے لیے 30 ملین ڈالرز چھوڑے ہیں۔اپنا بینک اکاونٹ نمبر اور دیگر تفصیلات بھیجیے کہ پیسے بھیجے جائیں۔ جب آپ وہ سب مطلوبہ تفصیلات مہیا کر دیتے ہیں تو یا تو آپ کا اکاؤنٹ خالی ہو جاتا ہے یا آپ سے بطور ٹرانزیکشن فی 5 ہزار ڈالرز مانگ لیے جاتے ہیں۔اور مزے کی بات یہ ہے پاکستان کے ایک مشہور و معروف ڈاکٹر اس فراڈ میں دس لاکھ ڈالرز گنوا چکے ہیں۔

دوسری قسم بینظیر انکم اسپورٹ یا احساس پروگرام میں سات سے بیس لاکھ روپے یا گاڑی نکلنے کی ہے۔تیسری قسم کسی ٹی وی چینل کے نمائندے کی ایسی ہی خوش خبری دینے کے لیے کال ہے۔ چوتھی بینک کے نمائندے کی طرف سے آپ کے اے ٹی ایم کارڈ کا پن نمبر مانگنے کی کال اور پانچویں اور سب سے خطرناک۔ کسی لڑکی کی کال یا میسیج جس میں ملاقات اور پیسوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ جب بندہ وہاں پہنچتا ہے تو اغواء کر کے تاوان لیا جاتا ہے۔

اب ان سب صورتوں میں بندہ ذرا ہوش کے ناخن لے اور سوچے میرے کیڑے مامے دے پتر ان ممالک کے کنگ کوئینز تھے جنہیں سارے ملک اور دنیا میں کوئی نہیں ملا جسے وارث بناتے اور مجھے یہ شرف بخشا۔اور کیا احساس پروگرام یا کسی لاٹری، ٹی وی چینل کے کسی پروگرام میں میں نے حصہ لیا تھا جو یہ سب مجھے مل رہا ہے؟ کیا احساس پروگرام یہ سب دیتا ہے؟ کیا میں اس چیریٹی کا مستحق ہوں؟؟ مگر جب انسان لالچ میں اندھا ہو جاتا ہے اور بنا محنت کے مال آتا نظر آتا ہے یا کسی پر اندھا اعتماد کرتا ہے تو پھر لٹ جاتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ پیسوں لے لیں دیں میں احتیاط برتیں۔صدقہ انہی لوگوں یا اداروں کو دیں جو قابل اعتبار ہیں یا جنہیں آپ ذاتی طور پر جانتے ہیں۔جن کے کام آپ کے سامنے ہیں۔دوسری صورت میں جب تک لالچی زندہ ہیں ٹھگ بھوکے نہیں مر سکتے۔

نظم

بچے جیسے پتنگ لوٹتے ہیں
بن کے اپنے سنگ لوٹتے ہیں
محبت جرم تو نہیں ہے لیکن
حسن اور عشق رنگ لوٹتے ہیں
شہر دل کے کچھ چالاک باسی
میٹھی باتوں سے جنگ لوٹتے ہیں
اب وفا کی کہاں ضرورت اتنی
مکاریوں سے ہی انگ لوٹتے ہیں
چند خواب اور حسیں دلا سے ارتش
ساری خوشیاں اور امنگ لوٹتے ہیں

ارتش عناب سحر

نظم

اے محبت ٹھہر جا کچھ آرام تو لے
عشق نہیں کرنا صبر سے کام تو لے
عمر کے اس موڑ پہ تنگ نہ کرو
پہلے ہارو دل خود پہ الزام تو لے
ابھی تو پرکھوں گی زمانے کو میں
پھر سنوں گی دل کسی کا نام تو لے
ابھی تنہائیوں میں شامل نہیں کرنا
پہلے خوشیوں سے نکلے غم تھام تو لے
بھلا پارساؤں سے مجھے کیا مطلب
کوئی خراب ملے آنکھوں کے جام تو لے
کسی ایسے سے نبھاؤں گی ارتش
اپنی صبح نہ دے میری شام تو لے

ارتش عناب سحر

غزل

اِک دن کچھ ایسا میں بلم کر دوں گی

بنا کے تجھے اپنا باقی قلم کر دوں گی

تیرے خیالوں میں کوئی اور نہ آنے پائے

لے لوں گی تیری جان ظلم کر دوں گی

میرے ہاتھوں میں کوئی ہنر نہ سہی

پر زباں کو تیرا رقص قلم کر دوں گی

حسن کے خزانے لٹاؤں گی تم پر

شہرِ محبت کا تم کو علم کر دوں گی

ترے میں اپنا غرور کھینچ لاؤں گی

دوں گی اک نشہ اور کرم کر دوں گی

تیری بگڑی میرے ہاتھوں بنے گی ارتش

حدیں توڑ دوں گی یا جرم کر دوں گی

ارتش عناب سحر

غزل

وہ شخص کیسے روح میں اتر گیا

خوشبو بن کے آس پاس بکھر گیا

میں تنہائی میں اسے کیسے بھولوں

جو رونق دنیا میں بھی آنکھ بھر گیا

س کی چاہت کی یہ انوکھی ادا ہے

گھر کے آئینوں میں عکس اپنا دھر گیا

گلابوں پہ کھیلتی تتلیاں اچھی نہیں لگیں

آج ہر خوشی ہر حسیں منظر کا دل سے اثر گیا

شہزادی تھی نہ پریوں سا جمال تھا میرا

خرید کر ہر نظر میں مجھے نایاب کر گیا

اپنی آنکھ سے اب میں کیا دیکھوں ارتش

اس کی آنکھ سے ہی میرا ہر کام سنور گیا

ارتش عناب سحر

تحریر۔۔۔یاسر فاروق

آج صبح گھر سے باہر نکلا تو موسم بدلا بدلا نظر آیا۔ بادلوں کے اندھیرے میں ایک عجیب مدھم سی روشنی پھوٹ رہی تھی۔گلزارِ قائد سے باہر نکلتے ہوئے ائیر پورٹ روڈ پر آیا تو صاف ستھری سڑک پر کہیں کہیں ہی کوئی خزاں رسیدہ پتا نظر آ رہا تھا۔شدید سردی کے باوجود پیڑ سرشار سے لگ رہے تھے۔

بعض اوقات کوئی خاص موسم آپ کو اچانک کسی اور دور میں لے جاتا ہے اور آپ اپنا ہاتھ اس کے مرمریں ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔

میں پرانے ایئر پورٹ کے سامنے سے چکلالہ بازار کے اندر آ گیا۔ناشتے کی دکانیں کھلی ہوئی تھیں مگر ابھی شدید سردی کی وجہ سے خال خال ہی گاہک نظر آ رہے تھے۔

آج سے کافی عرصہ پہلے جب ابھی بی سی ایس، ایم سی ایس، بی ایس اتنے عام نہیں ہوئے تھے، میں سکستھ روڈ راولپنڈی پر واقع ایپکس کمپیوٹر کالج میں ڈپلومہ کر رہا تھا اور اس وقت پاکستان آٹامک انرجی کمیشن میں نوکری بھی کر رہا تھا۔ جناح سپر اسلام آباد میں آفس تھا۔ وہاں سے دفتر کی وین سکستھ روڈ اتار دیتی۔ وہاں ساتھ ہی ایپکس کمپیوٹر کالج تھا۔ رات 10 بجے واپسی ہوتی۔

اس کالج کے ایک فن فیئر میں پی ٹی وی کا ایک اداکار اور کامیڈین سعید انور پرفارم کر رہا تھا۔اس میں اس نے ایک نغماتی آئیٹم پیش کیا تھا:

آج راولپنڈی کا موسم خوشگوار ہے

درجہ حرارت یہاں بیس کے اوپر چار ہے

سو آج مجھے سعید انور یاد آ گیا۔ وہ پی ٹی سی ایل میں ملازم تھا۔ بعد میں میں جب پی ٹی سی ایل میں آیا اور ٹریننگ اکیڈمی اسلام آباد میں بطور ٹریز آیا تو سعید میرے پاس ٹریننگ کرنے آیا۔ دوستی ہوئی۔ اسی طرح مشہور کامیڈین خواجہ مسعود (خواجہ آن لائین، گیسٹ ہاؤس کا تھانے دار، بلو کی ناں اے اج تیرا) بھی پی ٹی سی ایل میں تھا ملازم تھا اور ٹریننگ کے دوارن اس سے بھی اچھی دوستی رہی۔ بات چکلالہ کی ہو رہی تھی تو مجھے کچھ عرصہ پہلے ایک ڈراما یاد آ گیا جس میں اداکارہ یسریٰ رضوی پہلی بار آئی تھی اور خالہ چکلالہ کا کردار ادا کر رہی

اس کا چباچبا کر بولے جانے والا ایک ڈائیلاگ بڑا مشہور ہوا تھا۔ ہمارے چکلالہ کی پوریوں کی تو بات ہی الگ ہے۔

میں نے چکلالہ بازار سے پھر ایئرپورٹ روڈ پر آ گیا۔اور آگے آ کر بائیں طرف چکلالہ ریلوے اسٹیشن کی طرف آ گیا۔

ڈیڑھ سو سال پرانا، پرسکون، خاموش، صاف سپاٹ یہ ریلوے اسٹیشن اپنے اندر کئی زمانوں کی داستانیں چھپائے ہے۔

چکلالہ ریلوے اسٹیشن چھوٹا سا لیکن بڑا خوب صورت ہے۔میرا دوست عمران کسی وقت بھی فون کر کے بولتا ہے فوراً چکلالہ ریلوے اسٹیشن پہنچو۔

اور ہم پلیٹ فارم کے بنچوں پر بیٹھ کر گھنٹوں اسٹیشن کے پرانے درختوں کو دیکھتے ہوئے ماضی کی وادیوں میں کھو جاتے۔

آؤ کبھی کہ پھر سے وہیں لوٹ جائیں ہم
گزرے دنوں کی بات کریں مسکرائیں ہم

میں موسم کے ان لمحات کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔مگر وقت، وقت ہے۔

عُنوان: اتحاد

تحریر: ریحان انصاری

** آج اُمت مُسلمہ کو دیکھا جائے... تو آج تمام کے تمام ہی ان آپس میں کئی دھڑوں میں تقسیم نظر آتے ہیں...

** یا تو کوئی مسلک کی لڑائیوں میں تقسیم ہے... کوئی سیاست کی آڑ میں تقسیم ہے..!!

اگر میں یوں کہوں تو شاید غلط نا ہوگا۔

ہزاروں خُداؤں کو ماننے والے ایک رَسی میں بندھے ہوئے ہیں

اور ایک خُدا کے ماننے والے ہزاروں دھڑوں میں بٹیں ہوئے ہیں...

جس طرح آپ اور میں ہم سب جانتے ہیں... کہ وطن عزیز پاکستان میں الیکشن کا اعلان ہو چُکا ہے.. اُسکے بعد سیاسی گھما گھمی تو عُروج میں ہے ہی پر نفرتیں بھی عُروج میں ہیں..

** چاہے وہ!!!

پنجابی ہو، سرائیکی ہو، بلوچ ہو، پٹھان ہو، پنجابی ہو یا پھر مُہاجر ہو..!!

ایک قوم ہو کر کے ایک برادری ہو کر کے حتٰی کے ایک خاندان ہو کر کے آپس میں سیاست کے نام پر دُشمنی کر بیٹھے ہیں..!!

کوئی کسی جماعت کا سپورٹر تو کوئی کسی کا...!!

نعوز باللہ من زالک

آج ہر کا سیاسی قائد سیدھا جنتی اور فرشتہ نظر آتا ہے... اور دوسرے جماعت کا سیاسی لیڈر سیدھا جہنمی اور کافر نظر آتا ہے

اور یہ نفرت کی آگ سپورٹر کے اندر بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں.. حتٰی کے ایک ہی گھر کے دو بھائی دو مُختلف جماعت میں شامل ہو کر دو بھائیوں نے آپس میں اختلافات کے نام پر دشمنی کی ہوئی ہیں۔

استغفر اللہ استغفر اللہ

یاد رکھے دوستوں!!!

جنت میں کوئی سیاسی لیڈر لیکر آپکو نہیں جائے گا آپکے قبر میں مُنکیر نکیر کے جواب آپکا لیڈر آکر نہیں دیگا حتٰی تک آپکا لیڈر آپکی مغفرت بھی نہیں

یادر کھے دوستوں!!!

جو چیز کام آنا ہے وہ نیک اعمال کام آنے ہیں...

آپسی مُحبت اُلفت کام آنے ہیں..

تو میرے دوستوں خُدا را ہوش کے ناخن لیں...!

آپس میں سیاسی اختلاف کو اتنا سنگین نا بنالیں کہ

کہ آپکا یہ نفرتوں کا سلسلہ کہی آپکو جہنم کی آگ کا حقدار نا بنا دے..

آپس میں مُحبت قائم کرے کیونکہ!!!

**مُحبت ہی اصل دین ہے...

میں انتہائی متشکر ہوں ان تمام دوست احباب کا کہ جنہوں نے میرے بہنوئی کی وفات پر دعائے مغفرت کی اور تعزیت کے لئے تشریف لائے پروردگار آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

(وسوسے)

عادل خان

حکیم صاحب آپ کے مطب (دواخانہ) کے باہر بڑا سا بورڈ آویزاں ہیں جس پر درج ہے ہمارے یہاں وسوسوں کا تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے اس جدید دور میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے لیکن ایسا دعوی نہیں کیا مگر آپ۔۔۔۔ نیوز رپوٹر یہ کہتے کہتے رک گیا۔ سامنے بیٹھا ادھیڑ عمر کا باریش حکیم زیر لب مسکرا رہا تھا۔ حکیم صاحب اپنے دامن سے نظر کا چشمہ صاف کرتے ہوا بولا: جناب آپ کو ایسا لگ رہا ہے کہ میں نے بورڈ اپنی مشہوری کے لیے لگا رکھا ہے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ آپ بتائیں آپ کو وسوسے آتے ہیں؟

یہ بات سن کر نیوز رپوٹر نے تھوڑے سے وقفے کے بعد جواب دیا: جی ہاں حکیم صاحب

حکیم صاحب بولے: کس قسم کے وسوسے آتے ہیں؟

رپوٹر: مختلف قسم کے، مذہب کے بارے میں وسوسے دنیاوی لحاظ سے ڈر لگا رہتا ہے۔ کہ میرا ساتھ ایسا نہ ہو جائے۔ جیسا میں نے نہیں چاہا۔ جناب اب آپ ان وسوسوں کا علاج بھی بتلا دیجیے تا کہ میں ان سے نجات پالوں۔ حکیم صاحب نے اٹھ کر اپنی الماری سے ایک ڈبی نکالی اور اس کے حوالے کرتے ہو کہا: رپوٹر جی آپ یہ دوا سونے سے پہلے لیجیے گا ان شاءاللہ آپ کو اگلے دن سے وسوسے آنا بند ہو جائیں گے۔ عموماً وسوسے آتے ہی رات کے وقت ہیں۔ یہ سن کر رپوٹر ہکا بکا رہ گیا۔ حکیم صاحب نے اپنے شاگرد کو آواز دی وہ ہاتھ بندھے ہو حاضر ہوا۔

حکیم صاحب: جاؤ جنید کو بلا کر لاؤ تا کہ رپوٹر صاحب کے لیے گھر سے چائے بنوا لائے

شاگرد: حضور کون جنید؟

حکیم: میرا بیٹا جنید

شاگرد: حضور! مگر آپ تو غیر شادی شدہ ہیں۔۔

ختم شد

آن لائن بزنس

حمیرا علیم

آج کل ہر کوئی معاشی طور پر پریشان ہے۔ گھر کے اخراجات، بلز، بچوں کی فی، وینز کا کرایہ، بائیک کار کا پٹرول اور غیر متوقع خرچے جیسے بیماری، شادی، فوتگی اور دیگر تقریبات۔ ان سب کے لیے وسائل کم پڑنے لگے ہیں۔ چند سال پہلے ایک خاندان اگر 50 ہزار میں گزارا کر لیتا تھا تو اب وہی خاندان ایک لاکھ میں بھی بمشکل مہینہ پورا کر پاتا ہے بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے ہر کوئی پریشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد حضرات دو دو جابز کر رہے ہیں تو خواتین بھی کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش میں رہتی ہیں۔ خواتین کے لیے گھر بیٹھے بہت سے ایسے کام ہیں جن کے ذریعے وہ کما سکتی ہیں۔ جیسے کہ سلائی کڑھائی، ٹیوشن پڑھانا، فری لانسنگ، یوٹیوب پر والاگز، بلاگنگ اور آن لائن سیلنگ وغیرہ۔

میں یہاں اپنا تجربہ شیئر کرنا چاہوں گی۔ میں نے پرائیویٹ اور گورنمنٹ دونوں سیکٹرز میں ہائی اسکول سے گریجویشن لیول تک پڑھایا۔ اور شادی کے بعد دوسرے صوبے میں شفٹ ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ جاب سے ریزائن کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میاں کی جاب میں بہت اچھا گزر بسر ہو رہا ہے۔ بچے بڑے ہو گئے تو کزنز اور بھائی کے کہنے پر یوٹیوب چینل بنا لیا۔ جس پر مختلف ایجوکیشنل اور کوکنگ کی ویڈیوز اپ لوڈ کرنی شروع کر دیں جن پر رسپانس شروع میں تو بس 6-5 ویوز ہی ملے لیکن آخری ویڈیو پر 350 ویوز مل گئے۔ پھر طبیعت کی خرابی کی وجہ سے میں نے ویڈیوز بنانا چھوڑ دیں۔

اس تجربے سے جو چیز میں نے اخذ کی وہ یہ ہے کہ یوٹیوب چینل کی کامیابی صرف اور صرف قسمت پر منحصر ہے۔ اگرچہ سب کچھ ہی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے مگر یوٹیوب چینل ہر کسی کا نہیں چلتا۔ کئی ایسے کوکنگ چینلز ہیں جن کی شروعات ایک گاؤں کے کچے گھر سے روزمرہ کی روٹین کی ویڈیوز سے ہوئی۔ کچھ خواتین وحضرات نے مٹی کے چولہوں پر ساگ اور تندور میں روٹی سے آغاز کیا اور آج وہ ماہانہ لاکھوں کما رہے ہیں۔ ان کے فالورز کی تعداد ملینز میں ہے۔ کچھ لڑکے لڑکیاں مزاحیہ ویڈیوز بناتے ہیں کچھ ڈانس اور سنگنگ کی لیکن ہر کوئی نہ تو لاکھوں فالورز حاصل کر پاتا ہے نہ ہی کما پاتا ہے۔ میں نے ایک ایسی ویڈیو دیکھی جو توے پر سادہ روٹی بنانے کی تھی اور اس کے 8 ملین ویوز تھے۔ جبکہ دوسرے کئی لوگوں نے مختلف قسم کی روٹیاں اور نان بنانے کی ویڈیوز بنائیں مگر 10-8 سے زیادہ ویوز نہیں ملے۔

پھر ایک فیملی فرینڈ کے مشورے پر آن لائن بیڈ شیٹس اور کپڑے سیل کرنے شروع کیے۔ فیس بک پیج اور واٹس ایپ پر گروپ بنائے ان پر روز پراڈکٹس وڈ پرائس پوسٹ کیں۔ زیادہ تر چیزیں تو بہن بھائیوں نے ہی خریدیں۔ دوسرے کسٹمرز پرائس ضرور پوچھتے تھے چیزوں کی

پوچھتے تھے چیزوں کی تفصیلات پوچھ کر دل پشوری کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ دو تین لوگوں نے انٹیریر سندھ اور بلوچستان کے لیے آرڈر دیا جہاں پوسٹ آفس میں پارسل کرنا تھا میں نے ہاف پیمنٹ پہلے دینے کا کہا تو فرمانے لگے: ہمیں کیا پتہ آپ چیزیں بھیجیں نہ بھیجیں۔ اس لیے ہم تو بعد میں ہی پے کریں گے۔ میں نے جواباً کہا: اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو میں کیسے اعتبار کر لوں کہ پارسل ریسیو کر کے آپ مجھے پیسے بھیج دیں گے۔ فرمانے لگے: ہم ایسے نہیں ہیں بڑے معزز ہیں۔ یعنی کہ خدانخواستہ میرے تھانوں میں اشتہار لگے ہوئے تھے۔

کچھ خواتین نے واٹس ایپ ویڈیو کال پر آدھا گھنٹہ چیزیں کھلوا کھلوا کر چیک کیں۔ جو کہ سب پانچ ہزار سے اوپر کی تھیں اینڈ پر فرمانے لگیں: بازار میں یہی بیڈشیٹ سیٹ 500 کا مل جاتا ہے آپ 500 کا دیں۔ میں نے عرض کی کہ وہیں سے خرید لیجیے پلیز۔ ہول سیلرز کے ساتھ ٹیلی فونک رابطہ تھا اس لیے کوالٹی چیک نہیں کر سکتی تھی۔ کچھ کسٹمرز نے بتایا کہ پیسے تو اچھی کوالٹی کے چارج لیے گئے تھے مگر چیز لو کوالٹی کی بھیجی گئی تھی لہذا اس کام کو بھی بند کر دیا۔

سلائی کڑھائی میں پیسہ تو ہے مگر خواتین کو ٹائم لگانا پڑتا ہے، استری اور سلائی مشین کا بل دینا پڑتا ہے۔ اور گھر میں سلائی کرنے والی خواتین کو کوئی بھی مناسب پیسے دینا پسند نہیں کرتا۔ اگر بازار میں بیٹھا ٹیلر سادہ سوٹ کی سلائی 700 سے 1000 لیتا ہے تو ان خواتین کو ڈیزائن والے سوٹ کے بھی 500 کوئی نہیں دیتا۔ اور اکثر خواتین باتیں بھی خوب سناتی ہیں اور ان 500 میں سے بھی کچھ کم کروا کر ہی دم لیتی ہیں۔ بہت کم خواتین ایسی ہیں جو گھر میں سلائی کرنے والی خواتین کو بھی اچھا پے کریں۔ ایسا ہی گھر پر ٹیوشن پڑھانے والی خواتین کو اتنا پے نہیں کیا جاتا جتنا کہ اکیڈمیز کو۔

رائٹنگ میں بھی یہی حال ہے کہ بیشتر اخبارات، رسائل اور سائٹس ایک پائی بھی نہیں دیتے۔ اور جو پے کرتے ہیں یا تو وہ اتنی قلیل رقم ہوتی ہے کہ کچھ نہیں بنتا یا پھر جو ادارے اچھا پے کرتے ہیں ان میں کوئی جان پہچان ہونی ضروری ہے ورنہ رائٹر کو کچھ نہیں ملتا۔ اور وہ اسی میں خوش ہو جاتا ہے کہ میری تحریر کہیں چھپ گئی ہے۔

آن لائن ٹیچنگ اور فری لانسنگ کے لیے بھی پہلے سائٹ پر رجسٹریشن ضروری ہے جس کی تگڑی قسم کی فی ہوتی ہے۔ اکثر سائٹس فی لے کر غائب ہو جاتی ہیں۔ اور جو کام دیتی ہیں وہ بھی کچھ فیصد چارج کرتی ہیں۔ فری لانسنگ کے لیے کورسز بھی ضروری ہیں لہذا ایک نارمل سی کم پڑھی لکھی گھریلو خاتون بنا ان کورسز کے آن لائن کام بھی نہیں کر سکتی۔

یہ کچھ فیلڈز ہیں جن کا مشاہدہ میں نے کیا ہے۔ باقی کا حال اللہ جانے۔ ان سب سے میں نے تو یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دوسرے کا منہ لال دیکھ کر اپنے منہ پر تھپڑ نہیں مارنے چاہیے۔ اگر چہ مہنگائی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور سفید پوش طبقے کے لیے مسائل بڑھتے جا رہے

ہیں۔لیکن اگر ہم قناعت پسندی کا مظاہرہ کریں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اپنے وسائل کے مطابق اخراجات کرنے کی کوشش کریں تو یقین مانیے اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اس چیز سے نوازتا ہے جو ہمارے حق میں بہتر ہو اور جس کی ہمیں واقعی ہی ضرورت ہو۔لیکن اگر بہتر معیار زندگی کی دوڑ میں لگ جائیں تو کبھی بھی اپنا معیار حاصل نہیں کر پاتے۔

آب حیات

حمیرا علیم

انسان ہمیشہ سے ابدی زندگی کا خواہاں ہے۔یہی وہ خواہش تھی جس نے آدم اور حوا علیہم السلام کو جنت سے نکلوایا۔شیطان نے انہیں ورغلایا اور ممنوعہ درخت کا پھل یہ کہہ کر کھانے پر آمادہ کیا کہ یہ پھل کھا کر تم ابدی زندگی پا جاو گے۔انسان ہر دور میں آب حیات کی تلاش میں سرگرداں رہا۔شاید کبھی بھی کسی کو بھی آب حیات نہیں ملا اور نہ ہی کوئی امر ہوا کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔مگر حضرات انسان بھی بڑے مستقل مزاج ہیں اب بھی اس کوشش میں ہیں کہ چلو ابدی زندگی نہ سہی کم از کم عمر بڑھنے کے عمل کو ہی الٹ سکے۔لہذا کاسمیٹکس ، پلاسٹک سرجری کے بعد اس نے بلیو پرنٹ نامی تجربہ کر لیا۔

ایک ادھیڑ عمر کے سافٹ ویئر ڈویلپر کا کہنا ہے کہ وہ ہر سال تقریباً 2 ملین ڈالر خرچ کرتا ہے تا کہ اس کے جسم کو بائیو ہیک کر کے اس کی جوانی دوبارہ حاصل کی جا سکے۔ 45 سالہ برائن جانسن جس نے 30 سال کی عمر میں اپنا بزنس عروج پر پہنچایا جب اس نے اپنی پروسیسنگ کمپنی Braintree Payment Solutions کو ای بے کو 800 ملین ڈالر کیش میں فروخت کیا۔جانسن نے کہا کہ ابدی جوانی کے حصول میں اس کی دلچسپی اس کی ذہنی اور جسمانی صحت میں شدید بدحالی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔اس کا مقصد اس کے دماغ، جگر، گردے، دانت، جلد، بال، عضو تناسل سمیت اس کے تمام اہم اعضاء اسی طرح کام کر رہے ہوں جیسے وہ اس کی نوعمری کے اواخر میں تھے۔اس کی روٹین نے اسے ایک 37 سالہ نوجوان کا دل ایک 28 سالہ کی جلد، اور ایک 18 سال کی عمر کے پھیپھڑوں کی صلاحیت اور فٹنس دی ہے۔

30 ڈاکٹروں اور بحالی صحت کے ماہرین کی ایک ٹیم پروجیکٹ بلیو پرنٹ پر کام کر رہی ہے۔جانسن کو سخت ویگن غذا کی پابندی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس کی مقدار روزانہ 1,977 کیلوریز ہوتی ہے۔روزانہ ایک گھنٹہ ورزش جاری رہتی ہے اور ہفتے میں تین بار زیادہ شدت والی ورزش، اور ہر رات سونے کے لیے ایک ہی وقت۔جانسن روزانہ صبح 5 بجے اٹھتے ہیں، دو درجن سپلیمنٹس لیتے ہیں، ایک گھنٹہ ورزش کرتے ہیں، کریٹائن اور کولیجن پیپٹائڈز سے لیس سبز جوس پیتا ہیں اور ٹی ٹری آئل اور اینٹی آکسیڈینٹ جیل سے کلی کرتے ہوئے اپنے دانتوں کو برش اور فلاس کرتے ہیں۔

سونے سے پہلے، جانسن ایسے شیشے پہنتے ہیں جو دو گھنٹے تک نیلی روشنی کو روکتے ہیں۔وہ اپنی اہم علامات کی مسلسل نگرانی کرتے ہیں اور اپنے نتائج کو برقرار رکھنے کے لیے ماہانہ طبی ماہانہ کرواتے ہیں، بشمول الٹراساؤنڈ، ایم آر آئی، کالونیسکوپیز اور خون کے ٹیسٹ۔سوتے وقت

سوتے وقت جانسن کو ایک مشین سے جوڑا جاتا ہے جو رات کے وقت اریکشن کی تعداد کو شمار کرتی ہے۔ وہ اپنے وزن، باڈی ماس انڈیکس، جسم کی چربی، خون میں گلوکوز کی سطح اور دل کی شرح کے تغیرات کی روزانہ پیائش بھی کرتے ہیں۔

جانسن کرنل کے سی ای او ہیں، جو 50,000 ڈالر کا ہیلمٹ تیار کرتا ہے جو دماغی سگنلز کو ٹریک کرتا ہے۔ جو دماغی اشاروں اور دائمی درد پر مراقبہ اور دوا سازی کے اثرات کی پیائش کرتا ہے۔

ان کا کہنا ہے: میں کھلاڑیوں اور ہالی ووڈ کی مشہور شخصیات کے ساتھ ڈیل کرتا ہوں، اور کوئی بھی برائن کی طرح ایجادات اور ترقی نہیں کر رہا ہے۔

جانسن نے بتایا کہ وہ زیادہ وزن، افسردگی، تناؤ اور کام کے جمع ہونے اور طویل مدت تک کام کی وجہ سے خودکشی کرنے لگے تھے۔

اولیورزولمین، ایک 29 سالہ معالج جو جانسن کی خدمات حاصل کرنے والی میڈیکل ٹیم کی سربراہی کر رہے ہیں نے کہا کہ: ان کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ انسان اپنے ہر عضو کی طبی عمر کو 25 فیصد تک کم کر سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو زمانی لحاظ سے 45 کا ہو لیکن جسمانی طور پر 35 کا ہو۔ ہم طبی اور شماریاتی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ برائن نے یہ تبدیلی کی ہے، تو یہ بہت پر اثر ہوگا۔ اس سے آگے جینیاتی طور پر کچھ بھی ممکن ہے۔

یہ ایک ایسا منصوبہ ہے جو ابھی تک تو مثبت نتائج دکھا رہا ہے۔ جانسن اپنے مطلوبہ اہداف کے حصول کے بہت قریب ہیں۔ لیکن کیا وہ اتنا پیسہ خرچ کر کے اور اتنی سخت روٹین میں رہ کر جوانی برقرار رکھ پائیں گے؟؟؟ کیا وہ عمر کے پہیے کو الٹا چلا پائیں گے؟؟؟ جانسن سے پہلے کچھ ایسی ہی کوشش مائیکل جیکسن نامی گلوکار بھی کر چکے ہیں۔ انہیں موت سے خوف آتا تھا اور وہ کم از کم سو سال زندہ رہنے کے خواہش مند تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کروائی، رنگ گورا کروایا اور ڈاکٹرز کی ایک ٹیم ہر وقت ان کے گھر میں موجود رہتی تھی جو ان کو مانیٹر کرتی تھی۔ مگر انہیں ڈاکٹرز کی دوا کی وجہ سے صرف 51 سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی عقل مند کیوں نہ ہو جائے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے ابھی تک موت کو شکست نہیں دے پایا۔

اس لیے قدرت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی بجائے گریس فلی بڑھاپے کو گزاریئے عمر کے ہر دور کی طرح بڑھاپے کو بھی انجوائے کریں۔ اور بجائے عمر کی رفتار کو کم کرنے کے اگلے گھر کی تیاری میں وقت گزاریں۔

غزل

غلام حسین قادری بنارسی ۔۔انڈیا

سجاتے ہیں کوئی شام محبت
پلاتے ہیں تمہیں جام محبت

تماشہ ہے مرا شکوہ گلہ سب
کہ کرتا ہوں میں اکرام محبت

ستم گر ہو مگر کیسا ستم ہے
ہمیں دیتے ہو پیغام محبت

تقاضا ہے مرا شکوہ گروں سے
کہ کرتے کاش وہ کامِ محبت

نشانی ہے جو پیاری آگرہ میں
اسے دیتے ہیں ہم نام محبت

مرے اشعار الفت کی نظر میں
رہے یہ سرخ رو بام محبت

محبت میں غزل آسان ہے کیا
حسین اس پر ہے الزام محبت

غزل

محمد وقاص انور

بولو نہ سچ یہاں پر اعلان ہوا ہے کل سرے بازار
مانگوں گے اگر تم حق اپنا تو مار دیے جاؤ گے
دلاتے ہیں یہ خوف تم کو موت اور رسوائی کا حق بیان
اگر کرتے ہو تم سولی چڑھا دیے جاؤ گے
یہ دنیا ہے یہاں سچ کم اور جھوٹ زیادہ بکتا ہے
سچ نہ لکھنا تم یہاں پر ورنہ رسوا کر دیے جاؤ گے
یہ وقت کے فرعون ہیں کچھ بھی کر سکتے ہیں
انکار اگر تم کرتے ہو تو زندہ جلا دیے جاؤ گے۔
پہلے الزام لگا کر تم پر یہ ملزم تمہیں بنائے گے
قاضی بھی یہ خود ہیں اور مجرم تم ہو جاؤ گے
مانو اگر انکی بات عارضی زندگی تمکو ملے گی
ڈٹ جاؤ حق کے لئے مر کر بھی آمر تم ہو جاؤ گے

غزل

محمد وقاص انور

میں کیسے بیان کرو سچ اب وقت بیان کرنے کا نہیں ہے

رب کا مجھ پر خاص کرم ہے اچھی گزر بسر ھو رہی ہے

جس دور میں سچ لکھتے ہوئے ھاتھ میں قلم روک جاتا ہے

اس دور میں حق مانگنے پر بغاوت سمجھی جا رہی ہے۔

کیا کرو گے یہاں سچ لکھا کر کیا تم یہ نہیں جانتے ہو

جھوٹ ہی لکھا ہے آخباروں میں جسکی قیمت ادا ہو رہی ہے

دولت شہرت عزت و مرتبہ اس دنیا کی فرضی باتیں ہیں

میں نے کیا کرنا ان سب کا میری تو آزمائش ہو رہی ہے۔

تم صرف خاموش رہ کر تماشا دیکھوں اپنی ہی بربادی کا

غزل

محمد وقاص انور

۔۔مفلسی۔۔۔میں۔۔۔بارش۔۔۔

بارش کچھ تو خیال کر اس طرح نہ برسا کر
ہر کسی کو میسر نہیں یہاں سائبان زندگی۔
مانتا ہو کہ برستی ہے تو حکم خداوندی سے
ہوتی نہیں یہاں ہر کیسی پہ مہربان زندگی۔
گرتے ہوئے درودیوار یہ ٹپکتی ہوئی چھتیں
مفلسی کی وجہ سے ہے آج کل دربدر ہے زندگی
آنسوؤں کے سمندر ہیں میری آنکھوں سے نکلتے
میرے مولا کرم کر اچھے نہیں ہیں حالات زندگی۔
اور کیا بیان کرو میں ابن آدم کے بارے میں
سانسوں کی ڈور ٹوٹنے تک تو امتحان ہے زندگی۔

شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بیت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

معاشرے کی بے حسی

رمشاء خالد

فرام گوجرانوالہ

کاغذ اور قلم ہاتھ میں لیے میں نجانے کب سے بیٹھی ہوں مگر سمجھ نہیں آ رہا کہ کہاں سے شروع کروں کے معاشرتی بے حسی پر بات تو ہم سب کرتے رہتے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں

مگر-------!!!

کیا ہم اپنی باتوں سے تحریروں سے، تقریروں سے، اس بے حسی کو کم کر پائے ہیں---؟؟

میرے ضمیر کا جواب ہے

بالکل نہیں

کیوں کہ ہم اجتماعی طور پر بے حسی کا شکار قوم بن چکے ہیں

ہم اپنے اردگرد ہونے والے ننانوے فیصد واقعات کو سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، اور ان کو سوشل میڈیا پر لکھتے بھی ہیں شئیر بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی وال پر آ کر سینڈ کا ٹیگ بھی لگاتے ہیں

اور پھر یہ واقعہ کتنا ہی دلخراش کیوں نہ ہو------

یہ سوچ کر بھول جاتے ہیں یا نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں----!!!

بے حسی کی پہلی نشانی ہی یہی ہے جب کوئی انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ سوچے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں-----

اس وقت یہ حال ہے کہ ہمسائیوں کو ہمسائے کے گھر میں روتے بلکتے بھوک سے تڑپتے بچے نظر نہیں آتے-------

کیوں کہ یہ لوگ صرف ہیلو تک رہ گئے ہیں

ہمارے سامنے اگر گلی محلے میں کوئی لڑائی ہو رہی ہو تو موبائل پر مووی تو ہر کوئی بنا رہا ہوتا ہے مگر بیچ بچاؤ کروا کر صلح کرانے والا کوئی نہیں ہوتا

یہ معاشرے کی بے حسی نہیں تو اور کیا ہے--------؟؟؟

سیلاب زدگان کو ایک ایک نوالے کے لیے تشہیر کا سامان بنانے والے صرف اپنی شہرت کی دوکان چمکاتے رہے۔

یہ معاشرتی بے حسی ہی تو ہے مگر تمہیں لگتی نہیں-----!!! آٹے کے تھیلے بانٹتے ہوئے رمضان میں زکوۃ کا سامان تقسیم کرتے ہوئے تصویریں بناتے امراء یہ جانتے ہی نہیں کہ درد کے کس پل صراط سے گزر کر ضرورت مند اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

یہ معاشرتی بے حسی نہیں تو کیا ہے------؟؟؟

میری غریب عوام پر روز بجلی گیس اور پیٹرول بم گراتے جاتے ہیں اور آہوں سسکیوں کا شور میرے اہل اقتدار کو سنائی نہیں دیتا

یہ بے حسی ہی تو ہے----!!!

مگر--------

ہمیں نظر نہیں آتا سنائی نہیں دیتا ہم گونگے بہرے اندھے معاشرے کہ باسی ہیں

یا پھر معذرت کے ساتھ ہم جانور ہیں----!!!

مگر نہیں--------

میرا اپنا دماغ اس چیز کی نفی کر رہا ہے

کیونکہ-----احساس تو ہمیں کیڑے مکوڑوں، جانوروں اور پرندوں میں بھی نظر آتا ہے کیوں کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ تکلیف کو سمجھتے ہیں۔

ہم جو اشرف المخلوقات ہیں اس دنیا میں اللہ تعالی کے نائب ہیں------

لیکن ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھلا کر دنیاوی عیش و عشرت کی دلدل میں اس قدر دھنس چکے ہیں کہ ہمیں احساس نامی جذبے کی ضرورت ہی محسوس ہی نہیں ہو رہی۔

ہم احساس سے عاری بے حس معاشرہ بن چکے ہیں------

باپ بھوک کے ہاتھوں خودکشی کرنے لگے

مائیں بیٹی برائے فروخت کا کارڈ ہاتھ میں اٹھائے کھڑی دیکھ کر تصویر تو کئی نے بنائی مگر------

احساس سے تڑپ کر اس بیٹی کو شرم وحیا کی چادر نہیں اوڑھائی

بے حسی بے حسی بے حسی------!!!

ایک طرف اشرافیہ کے کتے بھی مخمل پر سوتے ہیں اور----

دوسری طرف غریب کی کٹیا میں زندگی ترستی ہے

اک اک نوالے کو------!!!

بیٹیوں کے سروں میں چاندی جھلکنے لگتی ہے مگر ہم

احساس سے عاری لوگ جہیز کے بغیر بیٹی لے جانے کو تیار نہیں ہوتے نجانے ہمیں کیا ہو گیا ہے-----

ہم اسلامی تعلیمات کو بھلا کر اپنی اپنی ذات کے اور مفاد کے غلام بن کر رہ گئے ہیں

اک طرف بے بسی ہی بے بسی اور دوسری طرف بے حسی ہی بے حسی-----!!!!

ہمیں درد بانٹنا ہوں گے آنسو صاف کرہوں گے اس دھرتی کی فضاؤں کو دکھ سے آزاد کرنے کے لیے احساس کو جگانا ہوگا

انسانیت کو پھر سے بیدار کرنا ہوگا جس کو ہم سلا چکے ہیں۔

ورنہ جان رکھو اہل وطن ہم پہلے ہی اپنا بہت نقصان کر چکے ہیں-------اپنی نسل کو تباہی کے دہانے پر پہنچا چکے ہیں

خدارا بے حسی کی بکل کو اتار پھینکو-----!!!

صرف اپنی ذات کا مت سوچو انفرادی سوچ سے نکلو اور دیکھو کہاں کس کو ہماری ضرورت ہے

کہ میرے رب رحمان کا فرمان ہے

تم زمین والوں پر رحم کرو ایمان والا تم پر رحم کرے گا

خدارا سوچو! ہم بحیثیت مسلمان اور انسان اس وقت کہاں کھڑے ہیں

کیا ہم اللہ سوہنے کا نائب کہلانے کے لائق ہیں------؟؟؟

کیا ہم اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں----؟؟؟

یا پھر بھٹک کر شیطان کے راستے پر چل نکلے

ہیں---؟؟؟ ہماری ساری جدو جہد، تگ ودو، کوششیں بس اپنی ذات کے گرد گھوم رہی ہیں بے حسی کی دلدل سے نکلنے کے لیے ہمیں

مائینڈ سیٹ تبدیل کرنے ہوں گے ہمیں احساس کرنا ہوں ہوگا۔

اپنی نسلوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنا سکھانا ہوں گے۔

اور---------

اوراس کے لیے بارش کا پہلا قطرہ ہم بنیں گے

ورنہ سیلاب بہی اور زلزلے بہی آسمان بہی اشک بار ہوگا اور زمین بہی کانپے گی

جب تک بہوک کے ہاتھوں عوام مرتی رہے گی اور

بے حسی کا دیوتا رقص کرتا رہے گا۔

سرد موسم میں غریب خاندانوں کی دادرسی کیجئے

نورین خان پشاور پاکستان

سردی کا نام سنتے ہی ہماری روح میں ٹھنڈ کی ایک لہر سی دوڑ سی جاتی ہے۔ پاکستان میں موسم سرما کا آغاز ماہ ستمبر کی یخ بستہ ہواوں سے شروع ہوجاتا ہے۔اور ماہ جنوری میں سردی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔میرے خیال کے مطابق موسم سرما ایک حسین اور دلفریب موسم ہے جس میں قدرت کی حسین رعنائیاں آشکارا ہوجاتی ہے۔شمالی علاقہ جات برف کی سفید چادر اوڑھ لیتے ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے ساری کائنات دودھ کیطرح سفید ہوگئی ہو۔آج کل ہمارے ملک میں سردی کا موسم مکمل جوبن پر ہے۔شمالی علاقہ جات میں سردی پورے شباب پر ہے۔اور وہاں کے لوگ تو اس سرد موسم کے عادی ہوتے ہیں۔

جیسے جیسے سردی کا موسم آتا ہے ہمارا دل ملنے لگتا ہے گرم گرم قہوہ پینے کو، مونگ پھلی کھانے کو اور خشک میوہ جات کھانے کو۔۔ یہ ایک ایسا دلفریب موسم ہے کہ میرا دل عش عش کر اٹھتا ہے۔اور پھر دسمبر تو سردی کی وجہ سے ویسے ہی بدنام ہے پورے پاکستان میں۔ ہمارے ملک میں دسمبر میں شاعر حضرات جوش میں آجاتے ہیں اور انکا قلم خود بخود لکھنے لگتا ہے۔۔۔

پاکستانی شاعر حضرات ہمارے ملک کو شاعری کی گرمی سے اس دسمبر میں گرم رکھتے ہیں۔اور عوام کو جدائی، محبت، عشق، ہجر، پیار کی شاعری مفت میں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ پاکستان کے اخبارات دسمبر میں دھڑا دھڑ گرم گرم شاعری اور افسانے چھپانے لگتے ہیں۔ کیونکہ سردی کے موسم میں ہاتھ میں گرم گرم چائے اور دسمبر کی شاعری اور افسانہ پڑھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔

موسم سرما میں صاحب ثروت لوگ تو اچھے اچھے اور گرم کپڑے خرید لیتے ہیں، مگر دوسری جانب غریب اور نادر لوگ گرم کپڑے نہیں خرید سکتے۔ ہمارے آس پاس پڑوسیوں میں بھی ایسے سفید پوش لوگ پائے جاتے ہیں جو گرم کپڑے نہیں خرید سکتے کیونکہ ایک طرف پاکستان میں بجلی کے بلوں نے طوفان مچا رکھا ہے دوسری طرف لاک ڈاؤن اور کرونا وبا کیوجہ سے بہت سارے لوگ مزدوری سے ہاتھ دھو بیٹھے اور فاقہ کشی کا شکار ہیں۔ سب تو صاحب حیثیت لوگ بھی بجلی کے بلوں سے تنگ آچکے ہیں۔تو سوچئے ہمارے ملک کے غریب اور مسکین لوگ سردی میں کیسے گرم کپڑے خرید نگے؟ چھوٹے کچے گھروں اور جھونپڑیوں میں رہنے والے لوگ کیسے خرید پائیں گے اور خانہ بادوش لوگ وہ کیسے خریدیں گے۔ یہ پاکستان کے ایسے لوگ ہے جو اپنے گھروں میں نا ہیٹروں کو اور نا انگھیٹی کو جلا سکتے ہیں۔

دوسری طرف سڑکوں پر سونے والے بے گھر لوگ وہ کیا کرینگے؟

موسم سرما میں بچے اور بوڑھے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ بچے اور بوڑھے زیادہ سردی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے سردیوں میں سردی کی وجہ سے زیادہ اموات کا خطرہ ہوتا ہے۔

موسم سرما ان لوگوں کے لیے مشکل وقت ہوسکتا ہے جو کم خوش قسمت ہیں۔

اس لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ غریب اور نادر خاندانوں میں گرم کپڑوں کی تقسیم کو ممکن بنانا ہے۔ کیونکہ سردی کا موسم صاحب ایمان لوگوں کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں۔

جیسے جیسے درجہ حرارت گرتا ہے اور بنیادی ضروریات برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے، یہاں کچھ طریقے ہیں جن سے آپ سردیوں کے موسم میں غریبوں کی مدد کر سکتے ہیں:

موسم سرما کے کپڑے عطیہ کریں: گرم کپڑوں کی اشیاء جیسے کوٹ، جیکٹس، ٹوپیاں، سکارف، دستانے اور موزے جمع کریں۔ انہیں مقامی بے گھر پناہ گاہوں، کمیونٹی مراکز، یا براہ راست ضرورت مند افراد میں تقسیم کریں۔

ایک کمبل اور سلیپنگ بیگ ڈرائیو کا اہتمام کریں: کمبل اور سلیپنگ بیگ جمع کریں تاکہ ان لوگوں کو گرمی فراہم کی جا سکے جو سڑکوں پر کھردری جگہ پر سوتے ہیں۔ ان اشیاء کو تقسیم کرنے کے لیے مقامی پناہ گاہوں یا آؤٹ ریچ پروگراموں کے ساتھ شراکت کریں۔

فوڈ بینکوں اور سوپ کچن کی مدد کریں: اپنے مقامی فوڈ بینک یا سوپ کچن میں رضاکارانہ طور پر کھانے کی اشیاء عطیہ کریں۔ موسم سرما خاص طور پر خوراک کی حفاظت کے لیے ایک مشکل وقت ہوسکتا ہے، اور آپ کے تعاون سے لوگوں کو اس موسم سے گزرنے میں مدد کرنے میں ایک اہم فرق پڑ سکتا ہے۔

گرم کھانا اور مشروبات فراہم کریں: بے گھر ہونے والے افراد کے لیے گرم کھانے یا مشروبات کی ڈرائیو کا اہتمام کریں۔ گرم کھانا، کافی، چائے، یا گرم چاکلیٹ ضرورت مندوں میں تقسیم کریں، خاص طور پر سرد ترین دنوں یا راتوں میں۔

پناہ گاہ یا عارضی رہائش کی پیشکش کریں: اگر آپ کے پاس وسائل اور جگہ ہے، تو ایسے افراد کو عارضی پناہ دینے پر غور کریں جن کے گھر نہیں ہیں۔ رہائشی اقدامات کے بارے میں مزید جاننے کے لیے اپنے علاقے میں مقامی پناہ گاہوں یا تنظیموں سے رابطہ کریں کہ آپ ان کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔

اپنا وقت رضاکارانہ بنائیں: بہت سی تنظیموں، پناہ گاہوں، اور کمیونٹی مراکز کو مختلف کاموں میں مدد کرنے کے لیے رضاکاروں کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے کہ کھانا پیش کرنا، عطیات کا اہتمام کرنا، یا ضرورت مندوں کی صحبت پیش کرنا۔ آپ کا وقت اور موجودگی کسی کی زندگی میں

پناہ گاہ یا عارضی رہائش کی پیشکش کریں: اگر آپ کے پاس وسائل اور جگہ ہے، تو ایسے افراد کو عارضی پناہ دینے پر غور کریں جن کے گھر نہیں ہیں۔ رہائشی اقدامات کے بارے میں مزید جاننے کے لیے اپنے علاقے میں مقامی پناہ گاہوں یا تنظیموں سے رابطہ کریں کہ آپ ان کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔

اپنا وقت رضا کارانہ بنائیں: بہت سی تنظیموں، پناہ گاہوں، اور کمیونٹی مراکز کو مختلف کاموں میں مدد کرنے کے لیے رضا کاروں کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے کہ کھانا پیش کرنا، عطیات کا اہتمام کرنا، یا ضرورت مندوں کی صحبت پیش کرنا۔ آپ کا وقت اور موجودگی کسی کی زندگی میں تبدیلی لا سکتی ہے۔

آگاہی پھیلائیں: موسم سرما کے دوران بے گھر اور مالی طور پر کمزور افراد کو درپیش چیلنجوں کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کے لیے اپنی آواز اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کا استعمال کریں۔ مقامی وسائل، رضا کارانہ مواقع، اور دوسروں کے تعاون کرنے کے طریقوں کے بارے میں معلومات کا اشتراک کریں۔

انرجی اسسٹنس پروگراموں کی حمایت کریں: اپنی کمیونٹی میں انرجی اسسٹنس پروگراموں کے بارے میں پوچھیں جو کم آمدنی والے گھرانوں کو حرارتی اخراجات میں مدد دیتے ہیں۔ خاندانوں کو موسم سرما کے دوران گرم رکھنے میں مدد کے لیے ان پروگراموں کو عطیہ کریں یا ان کی وکالت کریں۔

اپنے پڑوسیوں پر نظر رکھیں: اپنے پڑوسیوں پر نظر رکھیں، خاص طور پر بزرگوں یا اکیلے رہنے والوں پر۔ بیلچہ برف میں مدد کرنے، ڈرائیو ویز اور واک ویز کو صاف کرنے، یا سردیوں کے موسم کے واقعات کے دوران کوئی ضروری مدد فراہم کرنے کی پیشکش کریں۔

مالی تعاون: اگر آپ قابل ہیں، تو خیراتی تنظیموں کو مالی عطیہ کرنے پر غور کریں جو موسم سرما کی امداد اور کم خوش نصیبوں کو مدد فراہم کرتی ہیں۔ آپ کا تعاون ضرورت مندوں کو ضروری اشیاء اور خدمات فراہم کرتے میں ان کی مدد کر سکتا ہے۔

یاد رکھیں، مہربانی کی چھوٹی چھوٹی نیکیاں کم خوش قسمت لوگوں کی زندگیوں پر نمایاں اثر ڈال سکتی ہیں۔ ایک کمیونٹی کے طور پر مل کر کام کرتے ہوئے، ہم سردیوں کے موسم میں غربت میں رہنے والوں کو درپیش مشکلات کو دور کرنے میں مدد کر سکتے ہیں۔ فلحال سردی کا موسم ہے، اور یہ موسم بھی نیکیاں کمانے کا اچھا ذریعہ ہے۔ جہاں اپنے لئے بال بچوں کے لئے گرم کپڑوں کی خریداری کریں وہیں اپنے آس پاس اور پڑوسیوں میں غریب اور نادر لوگوں پر نظر دوڑائیں، اور انکے لئے بھی سردی سے بچنے کا انتظام کریں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ سردی کے موسم کو نیکیاں کمانے کا ذریعہ بنائیں۔

ہم پاکستان سے غریبی کا خاتمہ تو نہیں کر سکتے مگر غریب لوگوں کی مدد کر کے ہم اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہی جوش اور جذبہ ہر پاکستانی میں ہونا چاہیے۔

غزل

ایسے نہ مجھ سے روٹھا کرو سب ویراں مجھ کو لگتا ہے

میرے سامنے تم بیٹھی رہو سب اچھا مجھ کو لگتا ہے۔

تجھے معلوم ہے اور یہ بہتر مجھ سے جانتی ہو

میں اپنا نہیں صرف تیرا ہو کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے۔

دسمبر کی وہ سرد راتیں بنا تیرے ساون کی وہ برساتیں

ختم ہو جائے گی ایسی سب باتیں کچھ ایسا مجھکو لگتا ہے

وہ چند روز کی دوری اور پھر بے صبری تم سے ملاقات کی

تیرے بنا میری زندگی ہے ادھوری کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے

میرے من میں صرف تم ہو کیسے تم سے جدا ہو سکتا ہوں

تم اور جان ایک برابر بس کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے

ازقلم۔ چوہدری محمد وقاص انور

غزل

تحریر کریں گے جب تحریر محبت کی
کس رنگ میں ابھرے گی تصویر محبت کی

دل خود ہی بتا دے گا اقرارِ وفا کیا ہے
جب سامنے آئے گی تعبیر محبت کی

حیرت کے سمندر میں دل غرق نہ ہو جائے
کس درجہ حسیں ہوگی جاگیر محبت کی

کچھ ہوش و خرد اپنا کچھ جان گنوا بیٹھے
تب جا کے ہوئی ان سے تعمیر محبت کی

جو اہلِ خرد ہیں وہ اس راز کو کیا جانیں
دیوانے سمجھتے ہیں تفسیر محبت کی

مہتابِ منور نے بھی آ کے جبیں خم کی
جب نقش ہوئی دل میں تنویر محبت کی

وہ چشمِ کرم سے جب دیکھیں گے مری جانب
محسوس کرے گا دل تاثیر محبت کی

لکھ لکھ کے ہتھیلی پر بوسہ لے محبت کا
حسان اگر سمجھے توقیر محبت کی

محمد حسان اعظمی

غزل

کب سمجھیں گے دکھ ہمارے یہ زمانے والے

زخم جگر کب ہیں کسی اور کو دکھانے والے

اب ان سے اور وفاؤں کی بھلا توقع کیا ہے

زخم کریدتے رہے ہمارے مرہم لگانے والے

جا تیرا بھلا ہو میرے رقیب کہ تیرا بھلا ہو

ان کے دل سے میرا نقش یوں مٹانے والے

تصویر یار کب بھلا یہ کمی پورا کرے گی

بہت دور چلے گئے ہمیں چھوڑ جانے والے

وہ ہم سے آج دور ہوئے بیٹھے ہیں صابری

وہی تو تھے ہم کو محفل میں بلانے والے

قلمی نام راؤ علی احمد صابری

غزل

میری تازہ غزل حاضر ہے۔

نیم دل کی ہلایی لوگوں نے

آگ ایسی لگائی لوگوں نے

میرے سارے دشمن ایک ہوئے

جب محفل سجایی لوگوں نے

جس بات کو سن کر ٹوٹا دل

وہ بات سنائی لوگوں نے

میں خود کو اب پہچان گیا

کہدی جو سچائی لوگوں نے

میں شکوے یونہی کرتا ہوں

میری جان بچائی لوگوں نے

اشرف بابا

آج کے افسانچے

آ گہی:

رمشاء خالد:

اللہ پاک خیر کریں فریال نے اپنے ڈوبتے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے عاصم سے کہا!

کیا ہوا؟

دن کی روشنی ہے ہر چیز روزانہ معمول کے مطابق ہے پھر بھی ہر طرف اندھیرا دکھ رہا ہے مجھے دل قطرہ※ قطرہ درد کے سمندر میں گر رہا ہے

-عاصم نے اس کے ہاتھوں کو پیار سے تھام کر کہا!

کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا تب بھی نہیں جب شادی کے دس برس تک اولاد نہیں ہوئی اب تو ہمارا احتشام چودہ برس کا ہو گیا ہے

تیز دستک ہوئی عاصم نے دروازہ کھولا

چھوٹا بھائی روتے ہوئے بولا! احتشام کے سکول میں دہشت گرد داخل ہو چکے۔

بہت سارے بچے شہید ہو گئے ہیں۔آ گہی:

رمشاء خالد

جنت:

پیر صاحب نے اعلان کیا کہ! دربار کی تزئین و آرائش کے لیے بیس لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔
سیٹھ اشفاق نے دس لاکھ اسی وقت دے دیئے۔سب نے خوب واہ واہ کی سیٹھ صاحب گردن اکڑائے بیٹھے تھے۔
صاحب جی تنخواہ میں سے ایڈوانس دے دیں میری بیٹی کی طبیعت بہت خراب ہے
بہانے ہیں بس بیماری کے بیمار ہے۔مرتو نہیں گئی
دو دن بعد قبر پر مٹی ڈالتے شکور کے آنسو مٹی میں مل کے مٹی ہو گئے اور دربار عالیہ کی تزئین و آرائش کا کام زور و شور سے شروع ہو گیا۔

خواب:

نصیبو کی تو مانو آج عید ہو گئی تھی۔کچرے کے ڈھیر سے اپنے بچپن کا خواب اٹھا لائی تھی۔چاچا یہ لے جلدی سے تول اس نے دن بھر کا مال کباڑی کے آگے رکھتے ہوئے کہا!
پانچ کلو ہوا! یہ لے پیسے
اس نے سیدھا ہاتھ آگے کیا پیسے پکڑے اور جلدی جلدی دوکان سے باہر آ گئی۔
ابا یہ کچھ چرا کر لے گئی ہے۔حمزہ نے دوکان میں داخل ہوتے ہوئے کہا!
وہ پوری قوت سے بھاگ رہی تھی۔پیچھے ملا جلا شور تھا۔بھاگو پکڑو جانے نہ پائے۔وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔
دکھا ادھر کیا چھپا رکھا ہے چادر کی بکل میں۔اس نے روتے ہوئے چرائی ہوئی چیز مجمع کے سامنے پھینکی اور زار و قطار رونے لگی۔
وہ ایک گڑیا تھی۔

نیلے کپڑے:

اس نے پرفیوم سپرے کرتے ہوئے آئینے میں آخری بار اپنا جائزہ لیا اور ہوٹل نیومون پہنچ گئی اپنے رومیو سے ملنے۔
میسج پر باتیں ہوتی رہی ہر قسم آخر آج وہ ڈیٹ کے لیے راضی ہو کر آ گئی۔
نیلے کپڑے روم نمبر تیرہ کی نشانی تھی۔
اس نے دروازہ کھولا دھڑکتے دل کے ساتھ۔۔
نیلے کپڑوں والا رومیو گھوما اور دونوں ہی پستی کی گہرائیوں میں گرتے چلے گئے۔
بہن بھائی کے سامنے کھڑی تھی۔

احساس انسانیت:

مسز ہمدانی وہ دیکھیں اسٹیج پر بیٹھی خاتون کے جوتوں کی طرف کتنے آوٹ فیشن ہیں نارفعت نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا! اور کپڑے بھی کتنے سستے ہیں۔ پتہ نہیں کیسے کیسے لوگوں کو پارٹی میں بلا لیتی ہیں سامعہ بھی۔
ایسا ہی ہے اتنے بڑے بڑے لوگوں میں ان جیسوں کو بلا کر ہم لوگوں کی توہین کرتے ہیں یہ
لیڈیز اینڈ جینٹل مین میری آج کی یہ پارٹی جس عظیم ہستی کے نام ہے اس سے ملنا آپ بھی باعث فخر سمجھیں گے تو آ رہی ہیں ہماری این جی او احساس انسانیت کی بنیاد رکھوانے والی مسز رمضان اس کے سستے کپڑوں اور جوتوں کے سامنے
تالیوں کی گونج میں نسیم اور مسز ہمدانی کو اپنا قد بونے جیسا لگ رہا تھا۔

عزت

میں جو چاہتا ہوں وہ حاصل کر کے رہتا ہوں جانتے ہو تم اور پھر پیسے میں بڑی طاقت ہے۔ اس کی جھنکار

اس کی جھنکار پر ایمان بکتا ہے-اصول بکتے ہیں انسان بکتے ہیں-اس معمولی سی لڑکی کو نہیں خرید سکے تم میں ایک عزت دار بندہ ہوں اور وہ مجھے منع کر رہی ہے

اٹھوا لیتے ہیں سر اور تو کوئی حل نہیں

جو چاہو کرو مگر مجھے وہ اپنے سامنے روتی گڑگڑاتی ہوئی چاہیے

سر برا نہ مانئیں تو اس کا قصور پوچھ سکتا ہوں

اس کا اپسراؤں والا حسن سمیر حسن۔

او کے سر۔

ہانیہ نے خودکشی کر لی یہاں سے جاتے ہی سمیر نے اطلاع دی۔

تم کیوں ٹینشن میں ہو؟۔

اس نے وڈیو بیان میں سب حقیقت بتا کر اپنی نس کاٹی تھی یہ وائرل ویڈیو سے پتہ چلا ہے۔

افسانہ

بانسری *

تحریر:-ڈاکٹر انصاری مختار احمد

صبح ناشتے کی میز پر اگر اخبار پڑھنے کو نہ ملے تو ناشتہ کرنے میں مزہ نہیں آتا، جانے کیوں آج ہاکر اخبار ڈالنا بھول گیا۔

کلینک جاتے وقت راستے میں اخبار لے لوں گا

میں نے دل میں سوچا، اور جلدی جلدی ناشتے سے فارغ ہوکر اپنے کلینک کے لئے نکل پڑا۔

کلینک پہنچ کر میں نے دیکھا۔

اماں جی کا ٹھیا آباد ہے۔

کلینک کے سامنے برگد کے پیڑ کے نیچے چبوترے پر بیٹھ کر اماں جی بھیک مانگا کرتی تھیں۔ پاس ہی جمن بھٹیارے کا تنور دہکنے لگا تھا، تنور سے نکلتی گرما گرم روٹیاں اور بھٹیار خانے سے انواع اقسام کے کھانوں کی خوشبو فضا میں بکھر گئی تھی۔

گاہکوں کی آمد بھی شروع ہو گئی،

یہاں اماں جی کو اچھی خاصی بھیک کے ساتھ کھانے کو بھی مل جاتا تھا۔

اماں جی نے مجھے دیکھا تو کلینک میں آ گئیں۔

ہاں بولو اماں جی تمہاری طبیعت کو کیا ہو گیا ہے کیا چاہیے تمہیں؟

میں نے اماں جی کی طرف کرسی کا اشارہ کر کے پوچھا۔

مجھے کچھ نہیں چاہیے، جو کچھ بھی دینا ہے میرے بچے کے لئے دے دو ہمیشہ ہی کی طرح دوائیں دینا

اماں جی نے کہا

میں نے اماں جی کی طرف دیکھا، بوسیدہ جسم، جا بجا پیوند لگی ساڑی میں ملبوس، تھکا ماندہ سا چہرہ جس پر ہمیشہ ایک مردنی سی چھائی رہتی، جسم پر گوشت کم ہڈیاں زیادہ نظر آتی تھیں،

پورے جسم کو جھریوں نے لپیٹ رکھا تھا، 65 برس کی عمر میں کمر بالکل جھک گئی تھی۔ نہ جانے کتنی بیماریاں پال رکھی تھیں، مگر کبھی بھی اپنے لئے دوائیں نہیں مانگی۔ صرف اپنے بچے کے لئے ہی دوائیں مانگا کرتی تھی۔

گزشتہ دس برسوں میں صرف ایک بار جب ان کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا، مجھ سے ضد کر کے میرے ایک دوست سرجن سے اپنی آنکھوں کا آپریشن کروایا تھا، مجھے یاد ہے تب ہی انھوں نے آنکھوں کے ڈراپس، دوائیں اور اپنے لئے چشمہ بنوایا تھا۔

ٹھیک ہے تم برآمدے میں جا کر بیٹھو میں دوائیں دیتا ہوں۔

کلینک میں اب مریضوں کی بھیڑ ہونے لگی تھی، مریضوں کے معائنے اور علاج و معالجہ سے فارغ ہو کر میں نے اماں جی کی جانب دیکھا، وہ اب بھی برآمدے میں ہی بیٹھی تھیں

آج میں اماں جی کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا تھا اور قریب کی کرسی پر جا بیٹھا۔

ہاں تو اماں جی کیا دوں تمہیں؟

مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے جو بھی دینا ہے میرے بچے کے لئے دے دو۔

اماں جی نے ہمیشہ کی طرح جواب دیا۔ میں نے دوائیں ان کے حوالے کی اور گویا ہوا۔

میں ہمیشہ تمہارے بچے کو بغیر معائنہ کے دوائیں دیتا ہوں، کبھی کچھ ہو گیا تو کیا کرو گی؟

اگلی بار اسے میرے کلینک میں لانا ہوگا، میں اس کا معائنہ کر کے دوائیں دوں گا ورنہ نہیں۔

اماں جی ڈر گئیں

ڈاکٹر صاحب سچ کہہ رہے ہو یا کہ مذاق کر رہے ہو۔

اماں جی کی آنکھوں میں ایک خوف سا دکھائی دے رہا تھا۔

تم نے مجھ سے ایک بار کہا تھا کہ وہ 35 برس کا ہو گیا ہے کیا اس کے پاؤں نہیں ہیں دواخانے میں آنے کے لئے؟ کام دھندا کچھ کرتا نہیں، دن بھر گھر میں پڑا رہتا ہے، اپنی بوڑھی اور بیمار ماں سے بھیک منگواتا ہے، مفت کی روٹیاں توڑتے اسے ذرا بھی شرم نہیں آتی؟

میں نے نہایت ہی غصہ میں کہا۔ میری غصہ بھری باتیں سن کر اماں جی میرے قریب آئیں اور بولیں

ڈاکٹر صاحب یہ سچ ہے کہ وہ 35 برس کا ہے مگر وہ یہاں نہیں آسکتا، پیدائشی طور پر دونوں پیروں سے معذور ہے، میں بھیک مانگ کر گذارہ کرتی ہوں، اس بات کی اسے شرم آتی ہے یا نہیں یہ میں نہیں جانتی کیوں کہ وہ معذور ہونے کے ساتھ ساتھ پاگل اور دیوانہ بھی ہے۔

گھر جانے پر مجھے بس دیوانہ وار تکتا رہتا ہے۔ اتنا کہہ کر اماں جی روہانسی ہوگئیں۔

میں بھی شرمندہ ہوگیا، کسی کے بارے میں کچھ بھی جانے بغیر غصہ میں کیا کچھ کہہ گیا۔

اماں جی مجھے معاف کرنا۔

غلطی ہوگئی

میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اس میں تمہاری کیا غلطی ہے۔

یہ تو سب تقدیر کا کھیل ہے، مجھے اس کا کوئی بھی ملال نہیں ہے۔ اماں جی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

کیا نو مہینے پورے ہونے سے پہلے ہی پیدا ہوگیا تھا؟

میں نے کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

مجھے کیا پتہ اماں جی نے بے فکری سے جواب دیا۔

تمہیں کچھ پتہ نہیں ایسا کیوں؟

میں نے دوبارہ پوچھا۔

ہاں ڈاکٹر صاحب مجھے کچھ بھی پتہ نہیں۔

وہ میرے پیٹ سے نہیں ہے

سوتن کا بیٹا ہے، اماں جی نے ایک ہی سانس میں سب کہہ دیا اور چپ ہوگئیں۔

میں حیرت ذدہ ہوکر ان کی طرف دیکھنے لگا، سارا معاملہ میری سمجھ سے باہر تھا۔

اپنی پیشہ ورانہ عادت سے مجبور میں نے اماں جی کو کریدنا شروع کیا، ان کے پرانے زخموں کی کھیلی نکلتی گئی، پرتیں کھلتی گئی اور زخم پھر سے ہرے ہوگئے۔

اماں جی کی شادی ہوے برسوں بیت گئے مگر اپنے شوہر کو اولاد کا سکھ نہ دے سکی، شوہر کی محبت اور مودت میں کمی ہوتی گئی، برسوں انتظار کے بعد شوہر گھر میں سوتن لے آیا،

اس دن اماں جی کے اوپر غموں کا پہاڑ ٹوٹ گیا

سوتن نے آتے ہی پورے گھر پر قبضہ کرلیا، شوہر نے بازو کا چھوٹا سا مکان دے کر گھر سے باہر نکال دیا،

سوتن اور شوہر نے اماں جی کو تکلیفیں دینی شروع کی محض دو وقت کے کھانے اور سر چھپانے کے عوض گھر کے سارے کام کرنا ہوتا تھا۔

آخر ایک دن سوتن کا پالنا ہل گیا، ایک برس میں ہی سوتن نے شوہر کو اولاد کا سکھ دیا، بیٹا پیدا ہوا

جو دونوں پیروں سے معذور تھا۔ چھ مہینے بعد ہی شوہر ایک سڑک حادثے میں فوت ہو گیا۔

سوتن کو دکھوں نے آگھیرا اور اسی دکھوں کے چلتے ایک برس کے بچے کو چھوڑ کر دنیا سدھار گئی اماں جی اپنا ہی پھٹا سینے بیٹھی تھیں، پر وائے ری قسمت کہ دھاگہ ہی ختم ہو گیا

میت کے دن بچہ دن بھر روتا رہا،

اماں جی نے بھی اس کا کوئی خیال نہیں کیا،

وہ تو بس رات کے ہونے کا انتظار کرنے لگی تا کہ بچے کو کسی کے دروازے پر چھوڑ آئے۔

رات ہونے پر اماں جی نے بچے کو گود میں اٹھایا،

گھر سے باہر نکلی، بچہ بھی ماں سمجھ کر اماں جی کی چھاتی سے چمٹ کر چپ ہو گیا۔

زندگی میں پہلی بار اماں جی کے دل میں ماں ہونے کا احساس جاگا، سارے جسم میں ایک برقی رو دوڑ گئی، گویا آج ان کا وجود مکمل ہو گیا۔

بچے کو کسی کے دروازے پر چھوڑ آنے کی بجائے اس کے لئے باہر سے دودھ لے کر آ گئیں،

اور سوتیلی سے سگی ماں بن گئ۔

آج 35 برس بیت گئے اس معذور اور اپاہج بچے

کی پرورش کرتے کرتے، علاج و معالجے میں گھر بک گئے، زیورات بک گئے

مگر بچے کی حالت جوں کی توں رہی اس میں کوئی سدھار نہیں ہوا۔

کوئی اگر کسی کے لیے کچھ کرتا ہے تو اس کے پیچھے بھی ایک آس ہوتی ہے کہ کل اس کا فائدہ ہوگا،

مگر یہاں تو سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی کسی توقع اور اپنی عزت نفس کی پرواہ کئے بغیر بھیک مانگ کر اماں جی سوتن کے بچے کی پرورش کر رہی تھیں۔

میں نے اماں جی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا،

اماں جی یہ بچہ تمہارا نہیں ہے پھر بھی اس کے لئے اتنا کچھ کیوں کرتی رہتی ہو؟

مجھ سے ہمیشہ دوائیں لے جا کر اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرتی ہو،
بھلا یہ کیسے ممکن ہے، وہ ٹھیک ہونے والا نہیں ہے۔ اماں جی کی آنکھیں بھر آئیں،
میرا ہی ہے وہ، میرے شوہر کی نشانی ہے۔
میں ہر روز سپنے میں دیکھتی ہوں کہ وہ ٹھیک ہوگیا ہے، کم از کم مجھے سپنے تو دیکھنے دو۔
اسی خاطر تو میں نے اپنی آنکھوں کا آپریشن کروایا تھا، تاکہ ہمیشہ اس کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کرتی رہوں۔
مگر کب کرتی رہو گی یہ سب؟
جب تک زندگی ہے تب تک
پھول کو کیا معلوم کہ وہ بھگوان کے چرنوں میں ڈالے جائیں گے یا کسی مزار پر، وہ پھول ہی کہلایں گے، یوں ہی اپنی خوشبو بکھیرتے رہیں گے اور کھلتے رہیں گے۔
ایسا ہی کچھ ہمارا بھی ہے۔
سپنے، شیشے، اور رشتے اگر ٹوٹ کر بکھر جائیں تو بہت ہی چبھن ہوتی ہے۔ ہاں مگر اسی چبھن سے زندگی کا فلسفہ وجود میں آتا ہے۔
ڈاکٹر صاحب،
کھوکھلے بانس صرف آواز کرتے ہیں مگر اسے چھید کر اس میں سوراخ بنائے جائیں تو ایک بانسری تیار ہوتی ہے۔ جس سے نہایت ہی سریلی آواز نکلتی ہے۔
کھوکھلے بانس ہونے سے کہیں اچھا ہے کہ اپنے جسم کو چھید کر سوراخ کر کے بانسری بن جائیں۔
میرے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے۔
ایک ان پڑھ اماں جی مجھ ڈاکٹر کو زندگی کے وہ رموز بتا رہی تھیں جو میں نے اب تک کسی بھی نصاب میں نہیں پڑھا تھا۔
اماں جی کہاں سے سیکھا ہے یہ سب؟
میں نے پوچھا۔
سیکھنا نہیں پڑتا، زندگی سب کچھ سکھا دیتی ہے
اماں جی نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

مجھے تو یہی فکر کھائے جا رہی ہے، اگر میں مر گئی تو اس کا کیا ہوگا، وہ تو کچھ ہی دنوں میں اپنے آپ ہی مر جائے گا۔

اماں جی ساڑی کے پلو میں اپنا چہرہ چھپائے بلک کر رونے لگی۔

دل میں بس اب ایک ہی خواہش رہ گئی ہے۔

کہہ کر اماں جی خلاء میں تکنے لگیں۔

کیسی خواہش؟ میں نے پوچھا۔

اماں جی میرے قریب آ کر کہنے لگی،

کوئی بھی ماں ایسا نہیں کہے گی،

بس یہی کہ وہ مجھ سے پہلے مر جائے۔

مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔

اتنا کہہ کر اماں جی جانے لگی،

اور اپنے جسم کو چھید کر اس میں سوراخ کر کے زندگی کا سریلا نغمہ سناتی اس بانسری کو میں تکتا رہ گیا۔

ختم شد

محترمہ حنا وہاب کے نئے ناول قلب مضطر پر لکھا میرا تبصرہ جو کتاب کا حصہ بھی بن گیا ہے۔

یاسر فاروق

آواز قلب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک اچھی تحریر کی نشانی ہوتی ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد آپ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں مگر جو تحریر آپ کو دوران مطالعہ سوچنے پر مجبور کر دے اس میں یقیناً خاص بات ہوتی ہے۔قلب مضطر بے شک ایسا ہی ہے۔

حنا وہاب کا نام پڑھنے والوں کے لئے نیا نہیں ہے۔وہ سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر لکھتی رہی ہیں اور ادبی حلقوں میں اپنے مخصوص انداز سے پہچانی جاتی ہیں۔لکھنا ان کے لیے شوق کے ساتھ اصلاحی کردار ہے جس کے ذریعے سے وہ معاشرے میں مثبت پیغام دینا چاہتی ہیں تا کہ معاشرے کی اصلاح ہو سکے۔ عشق عبودیت (سفرنامہ) ان کی پہلی تصنیف تھی جسے عوام الناس میں پذیرائی ملی۔

باران ان کا پہلا ناول ہے جس میں ٹین ایجرز کے مسائل اور اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے۔

حناوہاب کا نام پڑھنے والوں کے لئے نیا نہیں ہے۔ وہ سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر لکھتی رہی ہیں اور ادبی حلقوں میں اپنے مخصوص انداز سے پہچانی جاتی ہیں۔ لکھنا ان کے لیے شوق کے ساتھ اصلاحی کردار ہے جس کے ذریعے سے وہ معاشرے میں مثبت پیغام دینا چاہتی ہیں تاکہ معاشرے کی اصلاح ہو سکے۔ عشق عبودیت (سفرنامہ) ان کی پہلی تصنیف تھی جسے عوام الناس میں پذیرائی ملی۔

باران ان کا پہلا ناول ہے جس میں ٹین ایجرز کے مسائل اور اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے۔

ان کی تیسری کتاب قلب مضطر کا مسودہ میرے سامنے ہے۔ یہ میچیور یا بڑوں کے لئے لکھا گیا ایک موٹیویشنل ناول ہے۔ اکثر ناولوں میں کہیں کہیں کچھ ایسا ہوتا ہے کہ قاری پڑھتے ہوئے دلچسپی کھونے لگتا ہے۔ الفاظ کا بھاری پن، خطیبانہ انداز یا کرداروں کی بھرما، مگر قلب مضطر کو پڑھتے قاری اس میں کھو جاتا ہے۔ سیدھا سادا اور پر اثر انداز، مجھے کہیں بھی بوریت کا احساس نہیں ہوا۔ میں نے اس ناول کو مزے لے کر پڑھا۔ اس کی کہانی زیادہ تر کمپیئن نامی ایک بحالی مرکز کے گرد گھومتی ہے۔

یہ ناول اپنی اندر ایک عجب دلچسپی اور کشش لیے ہوئے ہے۔ ایک انوکھا احساس ہوتا ہے پڑھتے ہوئے۔

حنا نے کوئی منفرد تجربہ نہیں کیا۔ نہ پلاٹ میں، نہ اسلوب میں۔ سلیس انداز اور فلیش بیک کو استعمال کرتے ہوئے ایک موٹیویشنل کہانی بیان کی ہے جسے پڑھتے قاری کی دلچسپی کہیں بھی ماند نہیں پڑتی۔ قاری اپنے اندر ایک روشنی پھوٹتے محسوس کرتا ہے۔

حنا نے لکھاری کو کرداروں کے اوپر مسلط کر کے کہانی کا حسن ماند نہ پڑنے دیا۔ اس کی خاص بات ایک یہ بھی ہے کہ یہ غیر محسوس انداز میں لکھی گئی ہے۔ مصنفہ بے جا ناصحانہ انداز اختیار نہ کرنے کے باوجود بہت کچھ سمجھا گئی۔

خاتون خانہ ہوتے ہوئے حنا زندگی کے تلخ حقائق جس طرح آشکار کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بارک بین نگاہیں دور حاضر کے بظاہر مخفی پہلوؤں کا کس قدر ادراک رکھتی ہیں۔ وہ ایک آرٹسٹ ہے جو اپنے کرداروں کو بڑی مہارت سے پینٹ کرتی جاتی ہے۔ مگر رنگوں کا استعمال اس مہارت سے کرتی ہے جو آنکھوں کو بھلا لگے۔

ابھرتی عمر کے نفسیاتی و معاشرتی مسائل، دور حاضر کی قباحتوں کو بڑی عمدگی سے مختصر مگر جاندار انداز میں اجاگر کیا ہے۔

کردار نگاری کی بات کریں تو اس میں ہر کردار انگوٹھی میں نگینوں کی طرح جڑا ہوا ہے۔ اس میں مرکزی کردار جنید یا ابوذر کا ہے۔ یہ جامد یا سٹیٹک نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں شعوری تبدیلی آتی جاتی ہے اور حقیقت پسند ہوتا جاتا ہے۔ خاص کر جب رومیصہ اس سے شادی کی پیش کش کرتی ہے تو وہ بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں اسے منع کرتا ہے۔ میرے خیال سے یہ ناول کا بہت ہی جاندار رخ ہے۔ اسی طرح نیلی، زبیر خان، تمکین، جلال بابا، افیق چاچا، نعیم، رومیصہ جیسے کردار بھی بڑے اہم ہیں۔ اس میں تمکین کا کردار مختصر مگر دل پر ایک نقش چھوڑ جاتا ہے۔ رفیق چاچا کا کردار بہت ہی جاندار اور دلچسپ ہے۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود یہ زندگی

زندگی سے بھرپور ہے۔مصنفہ نے کہیں کہیں کہانی میں اثر پیدا کرنے کے لئے اس میں بڑی مہارت سے نظموں اور غزلوں کا بھی استعمال کیا ہے۔

اس میں کئی جملے آپ کی توجہ کھینچ لیتے ہیں۔مثلاً:

عورت محبت کے ساتھ ساتھ معاشی تحفظ چاہتی ہے۔

کتنا عجیب ہے نا کہ ہم کسی کے بولنے کے منتظر رہتے ہیں مگر جب وہ اظہار کے لئے کسی بھی زبان کا استعمال کرتا ہے تو ہم بوکھلا جاتے ہیں۔

۔۔۔گھر بیٹھے لڑکیوں نے جو لاکھوں تماش بین بنا لیے اس کی خبر ہے۔

کچھ رشتے احساس سے بھی بن جاتے ہیں خواہ نبھائے جائیں یا نہیں۔

خود پہ بھروسہ جب حد سے بڑھ جائے تو فائدے کی بجائے نقصان دیتا ہے۔

زندگی نے مجھے کبھی بھی چننے کی اجازت نہیں دی، نہ پلے نہ بعد میں۔اس لیے کبھی سا چا نہیں۔

حنا کا قلم بھی مجھے مہوش اسد شیخ، نازیہ آصف، ثنا ادریس جیسی دور حاضر کی خاتون لکھاریوں جیسا ہی نڈر اور دلیر نظر آتا ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ حنا کی خوبصورت و پختگی سے بھرپور سوچ کی عکاسی کرتی یہ تحریر قارئین کو برسوں یاد رہے گی۔

خوب حنا نے یہ لکھا ہے قلب مضطر

سب نے دل سے ہی پڑھا ہے قلب مضطر

میں حنا وہاب کے ادبی سفر کی مزید کامیابیوں کے لئے دعا گو ہوں۔امید کرتا ہوں کہ وہ اسی طرح لکھتی رہیں اور معاشرے کی اصلاح کرتی رہیں گی۔
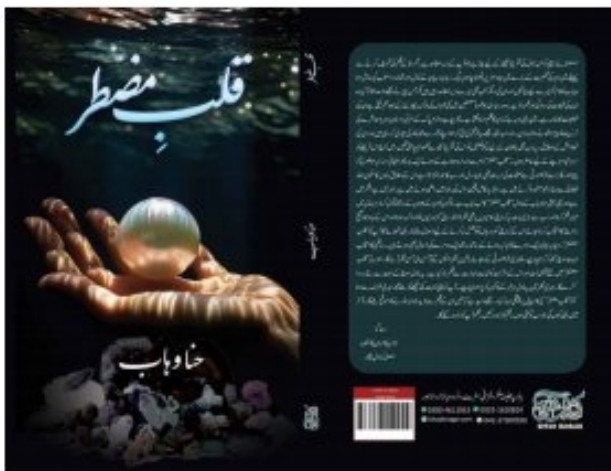
غزل

میری تازہ غزل حاضر ہے۔

نیم دل کی ہلاہی لوگوں نے

آگ ایسی لگائی لوگوں نے

میرے سارے دشمن ایک ہوئے

جب محفل سجاہی لوگوں نے

جس بات کو سن کر ٹوٹا دل

وہ بات سنائی لوگوں نے

میں خود کو اب پہچان گیا

کہدی جو سچائی لوگوں نے

میں شکوے یونہی کرتا ہوں

میری جان بچائی لوگوں نے

اشرف بابا

غزل

خود سے میں اپنی شکایت ۔۔ کروں تو کیسے کروں
خود سے میں آپ ہی نفرت کروں تو کیسے کروں

ہے بہت دھوپ ×× یہاں سایۂ دیوار نہیں
نرم پھولوں کی حفاظت کروں تو کیسے کروں

دل دھڑکتا نہیں ہے ۔ ۔ کانپتا ہے سینے میں
دل کچلنے کی جسارت ۔۔۔ کروں تو کیسے کروں

جب میں بیمار ہوا روح ۔۔۔۔ بھی ملنے آئی
اس نے پوچھا میں عیادت کروں تو کیسے کروں

پھول کا روتا ہوا عکس ۔۔۔۔۔۔ بنایا اس نے
میں مصور ۔۔۔۔ کی حمایت کروں تو کیسے کروں

ابر کی چاہ میں سب پھول تڑپتے ہیں ۔ یہاں
دشت میں تجھ سے محبت کروں تو کیسے کروں

کوچۂ جاں میں بہت شورا بلتے ہیں ۔۔ وقیع
میں فنا ہونے کی ہمت کروں تو کیسے کروں

سید محمد وقیع

غزل

چل کر تو ذرا دیکھو مکر و دغل سے آگے

خوشحالی منتظر ہے جنگ وجدل سے آگے

کڑوی ہے گرچہ پھر بھی پی کرے صداقت

بڑھتے ہیں میرے نغمے فیض۔عسل سے آگے

کرتے چلو گے جب طے ابہام کے یہ دریا

پاؤ گے بحر۔معنی ہر مہمل سے آگے

پہلے تو ایک مصرعہ بھی تھا کڑی مسافت

اب تو نکل چکا ہوں نظم وغزل سے آگے

ان کی نظر سے ہم کیوں محروم۔اعتنا ہیں

لوٹھا نتے ہیں ہم بھی بیٹھیں گے کل سے آگے

ہوتا اگر نہ ان میں شوق۔وصال پیدا

بڑھتی نہ یہ کہانی گندم کے پھل سے آگے

اب کیا عکراش پروا کرنے کی سوچنے کی

جانا ہے جبکہ مجھ کو عزم وعمل سے آگے

علی عکراش

غزل

اس جہاں میں گلاب سے پہلے
یعنی کن کے خطاب سے پہلے
تم کو رکھا گیا ہے میرے لیے
ہر گنہ سے ثواب سے پہلے
اسکے گالوں پہ تل چمکتا ہے
دیکھا میں نے حجاب سے پہلے
تو کہے گا تو چھوڑ دوں گا سب
تیرے تن کی شراب سے پہلے
وہ ہنسی شہر بھر کا تھا سب کچھ
ساز ڈھولک رباب سے پہلے
آج ہی میرا گل نہیں ہے سن
اچھا تھا میں خراب سے پہلے
یہ اداسی ہے آپ کا تحفہ
خوش بہت تھا جناب سے پہلے
کیوں نہ چھولوں زرا عدنؔ اس کو
بے خودی کے شباب سے پہلے

عدنان سنی عدنؔ

غزل

سب کو الو یونہی بنا رکھنا

ہے سیاست اسے چلا رکھنا

ووٹ دو گے کروں گا میں خوشحال

سب کو لارے یونہی لگا رکھنا

کھا کے اتنا حرام لوگوں سے

پیٹ اپنا تو اب چھپا رکھنا

صاف لیکھیں لگی نظر آنے

اپنے گیسو کو نہ کھلا رکھنا

کرنی ہے دوسری اگر شادی

قلب مضطر کا در کھلا رکھنا

کیسے اپنے وطن کو لوٹوں میں

سر میں سودا یہی سما رکھنا

دے ہدایت تجھے خدا معصوم

سوچ میں سب کا تو بھلا رکھنا

انعام الحق معصوم صابری

حکومتی ایوارڈ یافتہ ادیب/شاعر/نقاد/موٹیویشنل سپیکر

راولپنڈی

ازقلم آمنہ

اللہ سے دعائیں بہت پیار بہت مان سے مانگی جاتی ہیں، میرا یہ سب لکھنے کا مقصد یہ ہوتا کہ کوئی ایک پڑھنے والا بھی اگر کچھ سیکھ گیا تو سمجھیں میرا لکھنے کا حق ادا ہو جائے گا،

میں پہلے بہت مختصر دعا مانگا کرتی تھی، بیٹھا جاتا ہی نہیں تھا جائے نماز پر زیادہ، اور اب تو بیٹھتے ہی آنسو رواں ہو جاتے ہیں،

اماں کہتی ہیں پتر جوانی کی عبادت اللہ کو بڑی پسند ہے، اور میں شاید اللہ کو بہت پیاری تھی اسلئے تو مجھے واپس موڑ لیا گیا،

محبت کا اظہار تو یہی ہے نا کہ سو کام چھوڑ کر اللہ کے حضور پیش ہوا جائے،، طویل سجدے اور سجدوں میں بہائے آنسو، رات کے پچھلے پہر جو باتیں شئیر کی جاتی ہیں، یہ سب کمال ہے، میرے پاس ان جذبات کے لیے شاید الفاظ نہیں ہیں،

مجھ سے اکثر نماز چھوٹ جاتی ہے، میں عائشہ سے بھی کہہ رہی تھی کہ جس دن ایسا ہونا الگ شرمندگی سی محسوس ہوتی ہے، میرے اللہ نے مجھے بہت کچھ دیا ہے، اتنا کچھ نواز رکھا کہ میں ہر سانس کے ساتھ بھی شکر ادا کروں تو کم ہے، دوبارہ اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے دل بوجھل سا ہوتا ہے، ندامت محسوس ہوتی ہے

، میں سوچتی ہوں، اللہ کا ساتھ نا ہوتا، سجدہ نا ہوتا، تہجد کے خاموش لمحات نا ہوتے، میں نے تو اپنے اندر کی چیخوں، اذیتوں سے مر جانا تھا، میرے اللہ نے کسی آزمائش کے زریعے مجھے پاس بلایا ہے، میرا دل نرم کر دیا ہے،

دل بہت ڈرتا ہے، میری روح غفلت میں نا نکل جائے، میں کسی سے زیادتی کرتی، کسی کا دکھ بنے اس دنیا سے نا جاؤں، ہم جیسوں کے لیے تو شاید موت سکھ ہوتی ہے، اور اسے سکھ بنانے کے لیے بہت محنت کرنا پڑے گی، اپنا من مارنا پڑے گا،

جب سے اس دنیا کی حقیقت پتا چلی ہے مجھے اس سے بلکل محبت نہیں رہی،

اللہ سے دعا کیا کریں، کہ اس دنیا سے جاتے ہوئے آپکی ذات سے کسی کے آنسو لپٹے نا رہ جائیں، کسی کی آہیں آپکی روح نکلنے کو مشکل نا کر دیں، آپکے گناہ آپکی قبر کو تنگ نا کر دیں،

موت برحق ہے، حقیقت ہے، ایک ایسی حقیقت جس سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔

سیرت صحابہ

سحر ایمان

سب سے پہلے جس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پڑھیں گے وہ ہیں سیدنا ابوبکر صدیق۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر ہی کو بناتا۔

(صحیح البخاری:(3657

دنیا میں کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں جانتا ہوگا۔

یار غار کا لفظ سنتے ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ذہن میں آتا ہے۔

ان کا اصل نام عبداللہ تھا۔ والد کا نام عثمان بن عامر تھا۔ قریش کے دس معزز گھرانوں میں سے ایک بنوتیم بن مُرّہ سے آپ کا حسب ونسب ہے۔

آپ کی والدہ محترمہ کا نام سلمٰی بن صخر اور کنیت ام الخیر تھی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نصب والد اور والدہ دونوں طرف سے چھٹی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

آپ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی چار چار پشتوں کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ سید نا ابوبکر صدیق کے والد محترم ہجرت کے بعد اسلام قبول کر کے صحابیت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق بذات خود اسلام قبول کرنے والے اور شرفِ صحابیت سے سرفراز ہونے والے مردوں میں سب سے پہلے نمبر پر ہیں۔

صدیق اکبر کے صاحبزادے محمد اور عبدالرحمٰن بھی صحابی ہیں۔ اور ان کے بیٹے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس طرح چاروں دادا، باپ، بیٹا اور پوتا سب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

اس طرح چاروں دادا، باپ، بیٹا اور پوتا سب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

سیدنا ابوبکر کا لقب صدیق تھا۔اور اس لقب کے عطا ہونے کا سبب یہ تھا کہ

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک موقع پر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

"اللہ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا لیکن تم نے مجھے جھٹلا دیا، البتہ ابوبکر نے میری تصدیق کی اور پھر اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ میری غم خواری کی۔

جاری ہے یہ تو صرف تعارف تھا۔

بحثیت انسان غلطی ممکن ہے اگر ہو جائے تو معاف کیجیے گا اور اصلاح بھی کر دیجیے گا۔

عنوان :۔ ساس اور سُسر

تحریر: ریحان انصاری

** ہمارے معاشرے میں ہر موضوعات پر گفتگو تو کی گئی ہے۔۔ چاہے وہ کوئی بھی رشتہ ہو ماں باپ ✗ بہن بھائی ✗ میاں بیوی ✗ اولاد تمام پر مگر۔۔۔!!

سب سے اہم ترین موضوع چھوڑ چکے ہیں ہم اور وہ ہے تربیت ساس و سُسر

آج بہت سے شادی شُدہ زندگی خوبصورتی سے بدصورتی میں اُس وقت بدل جاتے ہے۔۔۔ جب ایک لڑکی بیاہ کر بیگانے گھر آتی ہے۔۔۔! یوں تو بہت سے سپنے ہوتے ہیں حَسین آنکھوں کی پُتلیوں میں مگر۔۔۔!! یہ حَسین خواب ٹوٹ کر چور چور اُس وقت ہو جاتے ہیں جب گھر کے سربراہان بہتر نہیں ملتے۔۔۔۔!!!

آج ساس سسر کے نام پر جو تماشہ ہُمارا رشتہ بنا پڑا ہے نا یہ ایک لڑکی کی زندگی کو سوائے کشمکش میں ڈالنے کے سوا اور کُچھ بھی نہیں۔۔۔!!

خاص طور پر ہمارے معاشرے کی ساس جو یہ تو بھول جاتی ہے کہ کل کو وہ بھی بیاہ ہو کر ایک بہو بن کر کے آئی تھی مگر جوں ہی عمر ڈھلتی ہے۔۔ اور اولاد کی شادی کر کے بہو لاتی ہے تو اپنا کل بھول جاتی ہے۔

یاد رکھے ساس اور سُسر آپ کا تعلق ایسے مذہب سے ہے جس مذہب اسلام میں چھوٹی سے چیونٹی کو بھی تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔۔۔ اور آپ ایک لڑکی جو اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر بہو بن کر آپکے پاس آئی دن رات آپ اُس بیچاری کو تکلیفیں دیتی ہے۔۔۔!!

یاد رکھے سب سے بڑی تربیت خود انسان اپنا کرتا ہے نا کہ سیکھایا جاتا ہے۔۔۔ ایسے ساس سُسر کو اس بات کو آج کان کھول کر کے سُن لینا چاہئے کے آپ ساس سُسر بعد میں ہو مسلمان پہلے ہو۔۔۔!!

اور حقوق العباد کی پاسداری آپ پر فرض ہے۔۔ اگر آپ دن رات کی ذہنی اذیتیں بہو کو دیکر یہ سمجھتے ہو کہ یہی سنسار چلانے کے اصول ہے تو آپ لوگ سو فیصد خسارے میں ہو۔۔

اُس وقت سے ڈرو جب رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا اور اپنی بہو کو جو تکلیفیں دیکر کُھلم کُھلا دنیا حقوق العباد کا تماشہ بنایا ہے اُسکا جواب دینا ہوگا۔ تو لہٰذا۔۔!! بہو کو بیٹی سمجھو۔۔۔ بہو کو بیٹی کا درجہ دو جیسے آپ اپنی بیٹی کو بیٹی ہونے کا درجہ دیتی ہو۔

غزل

ایسے نہ مجھ سے روٹھا کرو سب ویراں مجھ کو لگتا ہے

میرے سامنے تم بیٹھی رہو سب اچھا مجھ کو لگتا ہے۔

تجھے معلوم ہے اور یہ بہتر مجھ سے جانتی ہو

میں اپنا نہیں صرف تیرا ہو کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے۔

دسمبر کی وہ سرد راتیں بنا تیرے ساون کی وہ برساتیں

ختم ہو جائے گی ایسی سب باتیں کچھ ایسا مجھکو لگتا ہے

وہ چند روز کی دوری اور پھر بے صبری تم سے ملاقات کی

تیرے بنا میری زندگی ہے ادھوری کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے

میرے من میں صرف تم ہو کیسے تم سے جدا ہو سکتا ہوں

تم اور جان ایک برابر بس کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے

از قلم۔ چوہدری محمد وقاص انور

غزل

تحریر کریں گے جب تحریر محبت کی
کس رنگ میں ابھرے گی تصویر محبت کی

دل خود ہی بتا دے گا اقرارِ وفا کیا ہے
جب سامنے آئے گی تعبیر محبت کی

حیرت کے سمندر میں دل غرق نہ ہو جائے
کس درجہ حسیں ہوگی جاگیر محبت کی

کچھ ہوش وخرد اپنا کچھ جان گنوا بیٹھے
تب جا کے ہوئی ان سے تعمیر محبت کی

جو اہلِ خرد ہیں وہ اس راز کو کیا جانیں
دیوانے سمجھتے ہیں تفسیر محبت کی

مہتابِ منور نے بھی آ کے جبیں خم کی
جب نقش ہوئی دل میں تنویر محبت کی

وہ چشمِ کرم سے جب دیکھیں گے مری جانب
محسوس کرے گا دل تاثیر محبت کی

لکھ لکھ کے ہتھیلی پر بوسہ لے محبت کا
حسان اگر سمجھے توقیر محبت کی

محمد حسان اعظمی

غزل

کب سمجھیں گے دکھ ہمارے یہ زمانے والے
زخم جگر کب ہیں کسی اور کو دکھانے والے

اب ان سے اور وفاؤں کی بھلا توقع کیا ہے
زخم کریدتے رہے ہمارے مرہم لگانے والے

تیرا بھلا ہو میرے رقیب کہ تیرا بھلا ہو
ان کے دل سے میرا نقش یوں مٹانے والے

تصویر یار کب بھلا یہ کمی پورا کرے گی
بہت دور چلے گئے ہمیں چھوڑ جانے والے

وہ ہم سے آج دور ہوئے بیٹھے ہیں صابری
وہی تو تھے ہم کو محفل میں بلانے والے

قلمی نام راؤ علی احمد صابری

غزل

عشق انساں کو مکمل نہیں ہونے دیتا

میری تعمیر یہ پاگل نہیں ہونے دیتا

قلب اپنا بھی لہو روتا ہے ہر آن مگر

پھر بھی آنکھوں کو مَیں چھاگل نہیں ہونے دیتا

اَبر برَسا ہے سرِ شدتِ تمنا لیکن

یہ الگ بات ہے جل تھل نہیں ہونے دیتا

کتنا رُک رُک کے وہ کرتا ہے بیانِ الفت

خوف ایسا ہے مسلسل نہیں ہونے دیتا

ایک عرصے سے جو بیداریٔ شب کا ہے اسیر

اپنی آنکھوں کو بھی بوجھل نہیں ہونے دیتا

پھول کِھلتا ہے سرِ شاخِ تمنا اُس کی

وُہ جو چاہت میں بھی بیکل نہیں ہونے دیتا

تشنگی بھیجتا ہے صرف زمیں پر کاشف

فصلِ باراں میں بھی بادل نہیں ہونے دیتا

صدیق کاشف بزدار

غزل

وہ مری آنکھ سے دکھائی دے
میری دھڑکن میں وہ سنائی دے

جان مانگی ہے جانِ جاناں نے
موت یہ کہہ کے مسکرائی، دے

کوئے دلبر میں کچھ جگہ چاہوں
کب کہا مجھ کو سب خدائی دے

اس کا طوفان احترام کریں
جو ترے نام کی دہائی دے

جو تری گفتگو کریں مجھ سے
ایسے بندوں سے آشنائی دے

محمد رضا نقشبندی

غزل

دل سے دھڑکن کو جدا رہنے دے
چارہ گر آج دوا رہنے دے
کام مشکل ہے، نہ ہوگا تجھ سے
تو وفاؤں کا صلہ رہنے دے
ڈوب جانے دے سفینہ میرا
تو میرے حق میں دعا رہنے دے
کتنی مایوس ہیں آنکھیں، یوں کر
آج دروازہ کھلا رہنے دے
زندگی ایسے گزاری ہے کہ اب
میرے مولا تو سزا رہنے دے
پھونک ڈالے نہ یہ ساری دنیا
ضبط کا شعلہ دبا رہنے دے
ہم بھی اب ہاتھ بڑھا دیتے ہیں
تو بھی اے یار انا رہنے دے

فرزانہ ساجد

غزل

کوئی پہلو میں جو آ کر بیٹھے

اشک ہم اپنے چھپا کر بیٹھے

ان کے آنے کا یقیں ہو جیسے

بام و در اپنے سجا کر بیٹھے

زخم سینے تھے طبیبو! تم نے

داغ پھر سارے ہرا کر بیٹھے

زندگی تیری تمازت کم تھی

ہم سے اپنوں کو جدا کر بیٹھے

ان سے ملنے کی تمنا توبہ

ہوش اپنے ہی گنوا کر بیٹھے

عشق رسوا X زمانہ کیوں ہو

خرمن دل ہی جلا کر بیٹھے

میں نے مانا ہے تکلف لیکن

کیا ہوا پھر جو خفا کر بیٹھے

کون ہوتا ہے کسی کا ثروت

داؤ خودی پہ لگا کر بیٹھے

ثروت دولتپوری کٹیہار بہار

غزل

عزم اونچا ہی رہے گا مرا ان شاء اللہ
وصل حاصل مجھے ہوگا ترا ان شاء اللہ

تُو مسلماں ہے تو طوفانِ حوادث سے نہ ڈر
پار ہو جائے گا بیڑا ترا ان شاء اللہ

بس یہی سوچ کے مدت سے ہوں سرگرم عمل
سعئ پیہم کا ملے گا صلہ ان شاء اللہ

مانگنا ہی ہے اگر تم کو تو رب سے مانگو
جو بھی مانگو گے وہ مل جائے گا ان شاء اللہ

ہم تو مجبور ہیں اللہ تو مجبور نہیں
کہ ستم گر کو ملے گی سزا ان شاء اللہ

بھول جاؤ جو اگر بھول ہوئی ہے مجھ سے
پھر کبھی تم کو نہ ہوگا گلہ ان شاء اللہ

بے وفا ہوتیں ہیں شبنم یہ زمیں کی حوریں
حوریں جنت کی کریں گی وفا ان شاء اللہ

حنیف شاہ شبنم بھٹکلی

اچھا اخلاق

تحریر

شاہد رشید

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مخلوق کی ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیے اچھا اخلاق سب سے بڑا سب سے بہتر اور سب سے زیادہ آسان ذریعہ ہے۔ اخلاق و کردار انسان کی بنیادی ضرورت ہے اچھے اخلاق کا خلاصہ دوسروں کو تکلیف نہ دینا ہے۔ موت انسان کو ضرور مار دیتی ہے مگر اچھے اخلاق والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں دلوں میں لفظوں میں اور دعاؤں میں۔

حسن خلق سے مراد نیک خو اور اچھی خصلت ہے انسان کے لئے عمدہ اور حسن اخلاق کا مالک ہونا بہت ضروری ہے انسان کی پہچان اچھا لباس نہیں اچھا اخلاق ہے انسان اخلاق سے بنتا ہے خوش اخلاقی انسان کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران کرتی ہے اور انسان کو خدا کی نظر میں بہترین بناتی ہے۔ انسان کو جانوروں سے ممتاز کرنے والی اصل شئے اخلاق ہے اچھا اخلاق، دوستی اور محبت کو پائیدار بناتا ہے

کبیر عباسی کے ناول،، فتنہ زر کا عصری مقام۔

۔تبصرہ و تعارف

عمر حفیظ۔۔۔

کبیر عباسی کا ناول فتنہ زر مادیت پرستی اور اسکے گرد گردش کرتے مناسبات پر ایک شدید ردعمل کی حیثیت رکھتا ہے مادہ پرستی کی سلگتی چنگاریاں کس طرح بڑھتی ہیں اور انسانیت کے چین وسکون کو غارت کر دیتی ہے اور پھر اس مادہ پرستی اور لالچ کا اثر نہ صرف فرد کی ذاتی اور نجی زندگی پر اثر ڈالتا ہے بلکہ معاشرے کے فساد کا موجب اور سبب بنتا ہے مادیت پرستی کس طرح انسان کو ذھنی الجھنوں کے گرداب میں دھکیل کر درندگی کے حدوں تک پہنچا دیتی ہے کبیر عباسی یقینا ایک نبض شناس ادیب ہیں جنہوں نے عصر حاضر کے سب سے خطرناک مسئلے کو ناول کا موضوع بنایا اور پھر ناول کی پلاننگ میں مادہ پرستی کے اثرات کو فرد کی ذات سے بتدریج معاشرے کی طرف بڑھتے دکھایا جس کا انجام انسانی خون کی ارزانی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے، فتنہ زر دراصل عصر حاضر کے مادی فلسفوں اور نظریوں کی صدائے مسلسل کے دور میں ایک مشرقی ادیب کا حقیقت پسندانہ موقف ہے جس میں وہ فن کے ایک بلند منصب ناول نگاری کی سٹیج سے قوم کو اس سے باز رہنے یا کم از کم اس۔ میں اعتدال پسندی کا درس دیتا نظر آتا ہے مادہ پرستی کی آگ کیسے دلوں کی کدورتوں کو ابھارتی ہے اس سے محبت و عقیدت کے کھلتے شگوفوں کا قتل کر کے اس میں بغض وحسد کی چنگاریاں سلگاتی ہے نیز اس ناول میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ پرتعیش معیار زندگی کی دوڑ بری۔تو نہیں لیکن اس کے لیے جو شارٹ کٹ کھیلے جاتے ہیں وہ کس طرح کے نتائج کا موجب بنتے ہیں کہانی کی پلاننگ۔ بڑی شاندار ہے اس میں تجسس واضطراب کی وہی مقدار ہے جو عام طور پر کبیر عباسی کے فکشن کا حصہ ہے، میں کہوں گا کہ یہ ناول مادہ پرستی کے متعلق ہمارے شعور کی صحیح تربیت کرتا ہے اس کوکئ زاویوں سے دکھاتا ہے آج جبکہ ایک طرف ملک خداداد پر چاروں طرف سے مادہ پرستی کی یلغار ہو رہی ہے اور بچوں سے بڑوں تک ہر دوسرے شخص کے کان میں یہی بات انڈیلی جاتی ہے کہ زر ہی سب کچھ ہے زر کی دوڑ میں لوگ ہلکان ہو رہے ہیں اس کے حصول کے لیے ہر طرح کے دھندے اپنائے جا رہے ہیں تو ایسی صورتحال میں جی بے اختیار چیخ اٹھتا ہے کہ کبیر عباسی کے ہاتھوں کے بوسے لیے جائیں جنہوں نے اپنی بلند ہمتی اور وسیع نظر سے اس کے فسادات کا پردہ پوری جرات سے چاک کیا بلکہ انہوں نے اس زر پرستی کو فتنہ قرار دیا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ناول نگار ایک زندہ وجاوید لکھاری ہیں جن کی اپنے عھد پر پوری نظر ہے وہ دیکھ رہے ہیں زر پرستی کی دوڑ میں معاشرہ کن حادثات سے دوچار۔ ہو رہا ہے فتنہ زر،، کا عنوان رکھنے سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ مادہ وزر پرستی کے حوالے سے ان میں کس قدر حساسیت پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس اہم عصری المیے کی نشاندھی

انہوں نے ۔سادہ لفظوں اور عبارتوں سے نہیں کی بلکہ اس کے لیے انہوں نے فن کی تب وتاب سے کام لیا ہے اور اسکی مذمت کے لیے طویل اور گھٹن راستہ اختیار کیا پلاٹ ،کردار ،کہانی ،تجسس ،انجام یہ جو سب مشققتیں کبیر عباسی نے برداشت کی ہیں ان کا مدعا یہی ہے کہ زر پرستی کے متعلق عوام اور نوجوانوں میں شعور صحیح کی آبیاری ہو سکے ،کبیر عباسی فکشن نگاری میں قاری کی نفسیات کا بطور خاص اہمیت دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ناول کی فضاء میں انتہائی مانوسیت دکھائی دیتی ہے ،یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں ،پلاٹ ،زمین ،،اپنا گھر ،،کچی بستی ،سنسان سڑکیں یہ وہ چیزیں جو روز ہمارے مشاہدے ۔میں آتی ہیں اس لیے ان کو سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری نہیں پیش آتی قاری بہت جلد خود کو ناول کی فضاء میں گم پاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجسس کی لہریں اسے کہانی آگے بڑھانے پر مجبور کر دیتی ہیں ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس ناول کے عصری اہمیت اور مقام سے واقفیت حاصل کریں اور وہ یہ ہے کہ یہ ناول ایک زندہ اور درپیش چیلنج کی تناظر میں لکھا گیا ہے زر پرستی کا ایک ایسا مسئلہ جو ہر جگہ اپنی گرما گرما دکھارہا اور دوسری طرف اس کے متعلق صحیح اور توانا نقطہ نظر بھی نظروں سے اوجھل ہے تو ایسی صورت حال میں ضروری ہے کہ ہر فرد جو زر پرستی کے متعلق اپنے خیالات میں اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کم از کم ایک بار ضرور اس ناول کو پڑھنا چاہئیں ،،میں امید کرتا ہوں کہ جس طرح اس ناول کے مطالعہ سے مادہ پرستی کے متعلق میرے شعور میں اضافہ ہوا اور متناسب موقف سامنے آیا اسی طرح آپ کے لیے بھی یہ ناول آپ کے شعور وآگہی میں اضافے کا سبب بنے گا۔۔۔۔

عنوان۔ کتنی ایمان دار لڑکی ہے

از قلم طیبہ نورین

آج ایک لڑکی بیکری پہ کیک لینے گئی سیل مین نے پوچھا

جی میم؟

٭٭ مجھے ایک کیک چاہیے ٭٭ لڑکی نے بتایا

میم پائنیپل یا چاکلیٹ؟

پہلے پرائز بتادیں پلیز

میم ساڑھے چار سو لڑکی کو یہی سمجھ آئی

سیم پرائز ہے دونوں کی؟ لڑکی نے پوچھا

جی

چاکلیٹ دے دیں

جی اوکے اور کچھ میم لڑکا انتہائی ادب سے گویا ہوا

نو تھینک یو کہہ کر لڑکی نے کاؤنٹر پہ پانچ سو کا نوٹ رکھ دیا

کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے نے بغیر دیکھے نوٹ دراز میں ڈال کر اڑھائی سو لڑکی کے سامنے رکھ دیے لڑکی پیسے اٹھاتے ہوئے سوچ میں پڑ گئی کہ اڑھائی سو بقایا کیسے آتا ہے؟

بھائی کیک کتنے کا ہے؟ ٭٭ اس نے دوبارہ پوچھا

ساڑھے سات سو کا اسی حساب سے یہ بقایا ہے؟ لڑکے نے وضاحت دی

مجھے ایسا لگا ساڑھے چار سو کہا آپ نے آپ کو میں نے ہزار نہیں پانچ سو دیا ہے ؟ لڑکی نے بتایا

کوئی اور ہوتا تو بقایا لے کے بھاگ جاتا

پاس کھڑے سیل مین نے متاثر ہو کر کہا

اوہو سوری میم میں نے دیکھا نہیں لڑکے نے دراز میں دیکھتے ہوئے کہا

اس کے بعد لڑکی نے تین سو مزید دیا اور پچاس روپے بقایا کا انتظار کرنے لگی لڑکا پیسے لے کر بولا

جی ٹھیک ہے پورے ہو گئے

بھائی بقایا؟ لڑکی بولی

دو سو نہیں دیے آپ نے؟

نہیں میں نے تین سو دیے۔

اوہو سوری سوری یہ لیں بقایا

لڑکا بے حد شرمندہ ہوا

حد ہے بقایا لے کر

لڑکی نے کہا اور باہر نکل گئی

کتنی ایمان دار لڑکی ہے

پیچھے سے اس کے کانوں میں آواز سنائی دی تھی۔

ڈاکٹر انصاری مختار احمد کے افسانے بانسری پر تبصرہ

از: قلم

نورین خان پشاور پاکستان

بانسری ڈاکٹر انصاری مختار احمد کا افسانہ ہے۔ جو بلاشبہ تعریف کے لائق ہے اس افسانے میں ہمدردی اور تعریف کے ساتھ جو ایک بزرگ عورت جو بیوہ اور غریب ہوتی ہے، اور اس کے معذور سوتیلے بیٹے کے درمیان غیر مشروط محبت کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ بوڑھی خواتین کی محبت ایک دلکش اور دل دہلا دینے والی کہانی ہے۔ ایک لاچار اور بے بس بیوہ خاتون جو اپنے سوتیلے بیٹے سے بہت پیار کرتی ہے۔ جو ہمدردی، محبت، لگاؤ اور خاندانی بندھن کی طاقت پر روشنی ڈالتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے افسانے کو جس روانی اور خوبصورتی سے لکھا ہے اسکی مثال نہیں۔ کیونکہ آج بھی ہمارے سماج میں ایسے عظیم لوگ زندہ ہے۔ جو اپنی خوشی پر دوسروں کی خوشیوں کو فوقیت دیتے ہیں۔ مصنف کی ہنر مند کہانی سنانے کا انداز اور بیان ہمیں ایک پیاری جوڑی سے متعارف کرایا گیا ہے: بوڑھی عورت، جس کی اٹل محبت کسی بھی رکاوٹ پر قابو پاتی ہے، اور اس کا سوتیلا بیٹا، جسے اپنی معذوری کی وجہ سے روزانہ چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ افسانہ گہرائی سے ان کے تعلقات کی پیچیدگیوں کو تلاش اور تفصیل سے بیان کرتا ہے، گہرے جذباتی تعلق کو بیان کرتا ہے جو جسمانی حدود سے بالاتر ہے۔ جو ایک امر محبت ہے۔

اس افسانے میں جو چیز صحیح معنوں میں نمایاں ہے وہ بزرگ خاتون کی بے لوثی اور اپنے سوتیلے بیٹے کی فلاح و بہبود کے لیے اٹل لگن کی تصویر کشی ہے۔ مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود، وہ اس کی طاقت کا ستون بن جاتی ہے، اس پر محبت، مہربانی نچھاور کرتی ہے اور مسلسل دیکھ بھال کرتی ہے۔ اس بوڑھی عظیم ماں کا کردار بے لوث محبت کی طاقت کی مثال دیتا ہے اور ہمیں اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ سرپرست کی محبت کسی فرد کی زندگی پر کیا گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔

مزید برآں، یہ افسانہ معذوری، سماجی دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرنے اور شمولیت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے بارے میں ایک تازگی بخش تناظر فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر معذور لوگوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ یہ ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ ہر کوئی اپنی جسمانی صلاحیتوں سے قطع نظر محبت، حمایت اور مساوی مواقع اور حقوق کا مستحق ہے۔

اپنے الفاظ کے ذریعے حقیقی جذبات کو ابھارنے کی مصنف کی صلاحیت واقعی قابل تعریف ہے۔ کرداروں کے درمیان بانٹنے والے لمحات کے ساتھ ساتھ ان کو ایک ساتھ درپیش چیلنجوں سے نمٹنے میں کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ مگر وہ عظیم ماں اپنے تئیں کوششوں میں میں مصروف عمل رہتی ہے۔ کہانی سنانے میں بہترین لوازمات مکالمے منظرکشی سب تفصیل سے مالا مال ہے، جس میں کرداروں کی زندگی اور تجربات کی واضح تصویر پیش کی گئی ہے۔

بانسری بوڑھی خواتین سے محبت انسانی جذبے کی طاقت اور ایک دوسرے کی زندگیوں پر ہمارے گہرے اثرات کا ثبوت ہے۔ یہ ہمیں ہمدردی، اچھائی اور پرورش کرنے والے بندھن کی قدر کرنا سکھاتا ہے جسے ہم اپنے پیاروں کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ یہ افسانہ محبت، قبولیت، اور ایک شخص کے دوسرے پر گہرے اثرات کی ایک چھونے والی تحقیق ہے،

جس سے قارئین کو انسانی روابط کی خوبصورتی کے لیے تشکر اور تعریف کے نئے احساس کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کہ افسانہ تو پڑھ لیا اب آپ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ مختصر افسانہ بانسری ایک بہترین افسانہ ہے۔

پاکستان کی تباہی کی وجوہات:

تہمینہ فاطمہ (ڈی جی خان)

جس طرح کامیابی وکامرانی میں ٹھوس وجوہات پوشیدہ ہوتی ہیں۔اسی طرح ناکامی، نامرادی اورتباہی میں بھی ٹھوس وجوہات چھپی ہوتی ھیں۔اگرتباہی میں چھپی وجوہات کی بروقت آگاہی حاصل نہ ہوتو بہت بڑی مصیبتو کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔پاکستان کی تباہی میں یہ چندوجوہات پوشیدہ ہیں۔

=1 اعلیٰ قیادت کا فقدان

=2 اداروں کی آپسی چپقلش

=3 ناقص تعلیمی نصاب

=4 جگہ جگہ قانون شکنی

اِن سب وجوہات پر مستقل ایماندارانہ طریقے سے بیک وقت کام کریں گےتو پاکستان سیاسی اورمعاشی بحران سے باہر نکلے گا۔پاکستان کو جتنا تعلیم یافتہ اوراعلیٰ عہدے داران نے تباہ کیا ہے اتنا اُن پڑھ اورمزدوروں نے نہیں۔تمام پڑھے لکھے کسی نہ کسی ادارے سے فارغ التحصیل ہیں۔بچہ لائن توڑنا تو تعلیمی اداروں میں ہی سیکھ لیتا ہے۔ہمارے تعلیمی نظام کی بُنیادگریڈز پر ہے قابلیت پرنھیں۔گریڈز ہمارے تعلیمی نظام کو کھوکھلا کررہے ہیں۔ہمیں اب غفلت کی نیند سے جاگنا ہوگا۔بچہ تعلیم حاصل کرتے ہوئے ہنربھی سیکھے۔تاکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد خودکفیل بھی ہوسکے۔ہمیں قوم کو جدید تعلیمی نظام سے روشناس کرانا ہوگا۔ہم نے تعلیمی نظام میں مضامین میں اِضافہ کیا ہے۔طالب علموں میں قابلیت کو بڑھانے کے لئے ٹھوس اقدامات نھیں کی☒۔تعلیم کا بُنیادی مقصد ہوتا ہے طالب علموں کو قابل بنانا۔لیکن ہمارا تعلیمی نظام رٹو طوطا بنانے کی فیکٹری بن چُکا ہے۔طالب علموں کا قابلیت سے دُوردُور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔ہم انگریزی بولنا تو سیکھ گئے لیکن اپنی زندگی میں پیش آنے والے روزمرہ مسائل کوحل نہیں کرسکتے۔نتیجہ آج ہردوسرا طالب علم نوکری نہ ملنے پرڈپریشن کا شکار ہے۔تعلیم جوقوم کواُمید کی راہ دکھاتی ہےاور جینے کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ہم تعلیم حاصل کرنے کے بعد مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ہم ملک وقوم کی ترقی میں کوئی خاطرخواہ کردار ادا نہیں کرپاتے۔سب سے پہلے تعلیمی نظام کوٹھیک کیا جائے۔بہترین نصاب کا انتخاب کیا جائے۔ایسے نصاب کا انتخاب کیا جائے جو دورحاضر کے مسائل کوحل کرسکے۔تعلیم ہی کے ذریعے پاکستان کی ترقی ممکن ہے۔

غزل

خلوص کی جو کبھی انتہا نکلتی ہے
لبوں سے پھول دلوں سے دعا نکلتی ہے
چمن کے پھول میں محبوب کا ملا ہے رنگ
محب کی خوشبو پہن کے صبا نکلتی ہے
لبوں پہ پھیلی تبسم حیا یہ آنکھوں کی
خموشیوں میں تماشہ ادا نکلتی ہے
ہے بے رخی و گلے شکوے کو خدا حافظ
محبتوں کی امیں تو وفا نکلتی ہے
رکھو نہ دل میں شکایت کوئی چھپا کے تم
سدا ہی پیار کی دشمن انا نکلتی ہے
غرور اور تکبر سے دور ہی رہنا
اسی سے رنج و غم کی بلا نکلتی ہے
اگر ہو جائے بسیرا دلوں میں رنجش کا
حریمِ دل کی یہ مشکل سزا نکلتی ہے!!

شازیہ آفریںؔ

غزل

ہر طرف گمرہی سی چھائی ہے

واہ کیا تیری رہنمائی ہے

مفلسی کیسی مجھ پہ آئی ہے

آج بھی روکھی سوکھی کھائی ہے

مجھ کو نادار کیوں سمجھتے ہو

جو ہے ایمان کی کمائی ہے

دیکھکر تتلیوں کو پھولوں پر

روتی بچی بھی مسکرائی ہے

میرے اللہ خیر ہو میری

دوستی اس نے پھر بڑھائی ہے

ایسی دنیا پہ ناز کیا کرنا

آج اپنی تو کل پرائی ہے

تجھ کو آتا نہیں الف اللہ

جانے کیسی تری پڑھائی ہے

مجھ کو جنت کی فکر کیا گوہر

ماں کے قدموں تلک رسائی ہے

ڈاکٹر گوہر مسعود فتحپور۔یوپی۔انڈیا۔

غزل

اب تلک جو کچھ ہوا سب ٹھیک ہے

کبریا کا فیصلہ سب ٹھیک ہے

ہر قدم پر بے اصولی ہے مگر

ابتدا سے انتہا سب ٹھیک ہے

دل پہ تھا صدمہ بہت اک شخص کے

پوچھنے پر کہہ دیا سب ٹھیک ہے

اب کسی بھی چیز کی خواہش نہیں

جس قدر جو کچھ ملا سب ٹھیک ہے

اس کی مرضی ہے اگر شامل تو پھر

حادثہ یا سانحہ سب ٹھیک ہے

زندگی میں ہے تو کوئی آج بھی

بے وفا یا باوفا سب ٹھیک ہے

اسرار دانش

غزل

کسی کو نہ کچھ بتانا اچھا

رازِ دل دل میں چھپانا اچھا

جو مصیبت میں تمہیں کام آتے

ان سے ہے جان چھڑانا اچھا

چاند جب اُتر آئے آنگن میں

جلتے دیپوں کو بجھانا اچھا

بات جو دل کو ازیت دے تیرے

اس کو اب بھول ہی جانا اچھا

جھاڑ کر دل سے اناؤں کا غبار

روٹھے لوگوں کو منانا اچھا

بھار بن جائے تعلق جب بھی

اس کو چھوڑ کے جانا اچھا

آنکھ میں لا کے ندامت کو شہزاد

اپنے سر کو ہے جھکانا اچھا

محمد شہزاد کھاریاں کینٹ

غزل

میرے ہمدم ترے جذبات عزیز

دن کو گر رات کہے رات عزیز

رب کرے خیر بھلا ہو تیرا

مرے دل کے یہ خیالات عزیز

نام دل پر جو لکھا ہے تیرا

الفت۔ عشق کمالات عزیز

کردیں مسرور جو دل کو جاناں

ہیں سبھی تیرے سوالات عزیز

اس قدر محو تصور ہوں میں

لطف اندوز یہ لمحات عزیز

ہر طرف چھائی بہاراں ساقی

کتنی دلکش یہ ملاقات عزیز

ڈوبا الفت میں ترے اب یہ غلام

عشق میں دینا جو سوغات عزیز

غلام حسین قادری بنارسی۔انڈیا

افسانہ

ادھورہ لمس

ازقلم: آمنہ راجپوت

تمھیں پتہ ہے ماہر! ڈاکٹر نے مجھے کیا بتایا ہے؟

مجھے کیا پتہ بولوں گی تو پتہ چلے گا۔ ڈاکٹر نے بتایا ہے ہمارے گھر خوشی خبری ہے! نمرہ خوش ہو کر ماہر کو خوشخبری سنا رہی تھی، ماہر کو ابھی چھ دن ہوے تھے اٹلی میں گۓ جاتے ساتھ ہی اس کی جاب ہو گئ تھی، ماہر بڑے پیار سے نمرہ سے فون پر بات کر رہا تھا اس کو خوشی سے اب انتظار نہیں ہو رہ تھا۔

ماہر کام سے واپس آ کے تھکا ہارا سب سے پہلے اپنے گھر ہی کال لگا تا تھا اور اپنے بیوی اور ماں باپ کی خیر خبر لیتا تھا،

یار! تم نے بولا تھا کہ تم آ جاؤ گے لیکن ابھی تک تم نہیں آئے؟ میں تمھارا انتظار کر رہی ہوں، دیکھ میں چاہتی ہوں کہ تم میرے پاس رہو نمرہ ماہر سے فرمائش کر رہی تھی میں آ جاؤں گا نمو میں جلدی آ جاؤ گا بس چھٹی مل جائے!!!!! ان باتوں میں رات گزر گئ۔۔۔۔۔۔۔

ماشاءاللہ نمرہ کے ہاں بچی ہوئی ہے مٹھائی کھلاؤ 10 سال بعد اس آنگن میں پھول آ گیا ہے دائی نگینہ نمرہ کی ساس کو خوشخبری سنا رہی تھی ، کیوں نہیں مٹھائی بھی دوں گی اور تجھے ایک سوٹ بھی دوں گی کیا یاد کرو گی ، نمرہ کی ساس خوش ہو رہی تھی ، ماہر کو فون کر کے اس کی ماں نے بتایا کہ اس کے ہاں بچی ہوئی ہے ، اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا ، میری نمرہ سے بات کرا دو ماہر بہت خوش تھا ، تم جو مانگو دو گا میں تم سے کچھ نہیں مانگتی ماہر میں تو بس تمہارا ساتھ مانگتی ہوں اور اب بس چھٹی لے کے آجاؤ ۔ اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں جھولا دو ۔۔۔

XXXXXXXXXXXX

ماہر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا بازار میں سے کیا کیا لے کے جائے ۔ اس کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی تھی ۔ اسے لگا کہ جیسے چاند اس کے آنگن میں اتر آیا ہے ۔ اسے جا کر پیار کرنا چاہتا تھا ۔ ماہر اپنی بیٹی کے پاس پہنچ جائے سٹیشن سے اتر کر اس کی دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی کیا آج وہ اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے گا شادی کے 10 سال بعد یہ تحفہ اسے ملا تھا یوں ہی سوچوں میں گم تھا کیا اچانک تیز رفتار کار اس کو کچل کر جا چکی تھی ۔ خون میں لپٹا سڑک پر پڑا تھا ، اتنے میں لوگوں کا ہجوم جما ہوا اور اسے قریبی ہسپتال لے گے مگر وہ راستے میں دم توڑ چکا تھا ۔

ماہر کے ماں باپ کا رو رو کر برا حال ہو گیا تھا وہ اپنے جوان بیٹے کی لاش دیکھ کر سکتے میں آ گے ، ماہر کی خواہش دل میں رہ گی اپنی بیٹی کو چھو بھی نہ سکا اس کا لمس ادھورہ رہ گیا ۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ

ازقلم: سونیا ارم۔ کراچی

وللاخرۃ خیر لکَ من الاولی (سورۃ الضحیٰ۔ آیت (4

ترجمہ: یقیناً تمہارے آگے آنے والے حالات پہلے حالات سے بہتر ہوں گے۔

اللہ تعالی نے سورۃ الضحی کی اس آیت میں اپنے بندوں کے ل✕ بہت سی نشانیاں رکھی ہیں۔ خاص طور پر ان لوگوں کے ل✕ جو زمانے کے حالات, مصائب, تنگیوں اور سختیوں سے دوچار ہو کر تھک گ✕ ہیں, مایوس ہوگ✕ ہیں۔ ایسے میں اگر وہ قرآن پاک کی اس آیت کا بغور مطالعہ کریں اسکی تفسیر پڑھیں تو یقیناً وہ مایوسی سے نکل آئیں گے۔ ناامیدی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ امید کی کرن نظر آجا✕ گی۔

اللہ نے انسان کو صرف عقل وشعور کی وجہ سے باقی مخلوق پر برتری دی ہے۔ اس آیت میں عقل والوں کے ل✕ بہت سی نشانیاں ہیں, اللہ نے جو انسان سے بہتر کا وعدہ کیا ہے۔ اس کی کائنات میں ہمارے ل✕ چھوٹی چھوٹی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

اللہ نے ہمیں سردی کا موسم دیا ہے ✕ اب ہم میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جن کو سردی کا موسم پسند نہیں۔ انکی طبیعت ✕ صحت پر گراں گزرتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے ل✕ موسم گرما بھی عطا کیا گیا۔ اسی طرح جب خزاں کا موسم آتا ہے, تو درختوں کے پتے جھڑ جاتے

ہیں۔ خوبصورت مناظر بے رونق ہو جاتے ہیں۔ اگر سارا سال خزاں کا موسم رہے تو انسان گھبرا جائے۔ اس ل✕ اللہ تعالی نے موسم بہار بھی رکھا ہے۔ جب درختوں کے سوکھے پتے دیکھ دیکھ کے انسان اکتا جاتا ہے تو بہار کے رنگ برنگے پھول دیکھ کے انسان کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ان کی اپنی زندگی میں جیسے بہار آگئی ہو۔ اسی طرح انسان کی اپنی زندگی کو دیکھیں جسے پریشانیوں نے گھیرا ہوا ہے۔ اب اس پہ وہ واویلا مچائے یا صبر کرے۔ مصیبت تو اپنے ٹائم سے ختم ہوگی۔ پریشانی ایک نہ ایک دن ختم ضرور ہوگی اور اسے خوشی بھی ملے گی۔ اب اگر ساری زندگی غم کا موسم رہے تو انسان جینا چھوڑ دے ✕ گھبرا کر خودکشی کر لے ✕ ایسے میں اللہ تعالی نے غم کے بعد خوشی بھی تو رکھی ہے, جب ہمیں دکھ ملتا ہے, تب ہم اللہ سے گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں ✕ لیکن جب وہی غم خوشی میں بدل جاتا ہے تب ہم کیوں نہیں اللہ کی طرف لپکتے؟ ہمیں تب بھی اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہی✕۔ بحیثیت مسلمان ہمیں صبر وشکر کا دامن کبھی بھی نہیں

چھوڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا ایمان ہمارا یقین اللہ کی ذات پہ ہے جو کبھی بھی ہمیں مایوس نہیں کرتا۔

میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ دیکھا غم خوشی پریشانی محبت نفرت والدین سے جدائی لیکن مجھے جس چیز نے توڑ کے رکھ دیا وہ میرے ابو جان کی وفات تھی۔ دو سال بعد بھی میرے اندر ابو کی جدائی کا زخم ماتم کر رہا تھا۔ پھر ایک دن میری نظر سے سورۃ الضحیٰ کی یہ آیت گزری۔ یہی آیت میرے غموں کا مداوا بنی اور مجھے صبر نصیب ہوا۔ اب الحمدللہ میں پر سکون رہتی ہوں کہ بے شک دکھوں کی کالی رات کے بعد خوشی کا سورج بھی ضرور طلوع ہوگا۔ اور یہ میں نہیں کہتی بلکہ میرے رب کا وعدہ ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

پاکستان کی تباہی کی وجوہات:

تہمینہ فاطمہ (ڈی جی خان)

جس طرح کامیابی وکامرانی میں ٹھوس وجوہات پوشیدہ ہوتی ہیں۔اسی طرح ناکامی، نامرادی اور تباہی میں بھی ٹھوس وجوہات چھپی ہوتی ھیں۔اگر تباہی میں چھپی وجوہات کی بروقت آگاہی حاصل نہ ہوتو بہت بڑی مصیبتو کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔پاکستان کی تباہی میں یہ چندوجوہات پوشیدہ ہیں۔

=1 اعلیٰ قیادت کا فقدان

=2 اداروں کی آپسی چپقلش

=3 ناقص تعلیمی نصاب

=4 جگہ جگہ قانون شکنی

اِن سب وجوہات پر مستقل ایماندارانہ طریقے سے بیک وقت کام کریں گےتو پاکستان سیاسی اور معاشی بحران سے باہر نکلے گا۔پاکستان کو جتنا تعلیم یافتہ اور اعلیٰ عہدے دارانوں نے تباہ کیا ہے اتنا اُن پڑھ اور مزدوروں نے نہیں۔تمام پڑھے لکھے کسی نہ کسی ادارے سے فارغ التحصیل ہیں۔بچہ لائن توڑنا تو تعلیمی اداروں میں ہی سیکھ لیتا ہے۔ہمارے تعلیمی نظام کی بُنیاد گریڈز پر ہے قابلیت پر نھیں۔گریڈز ہمارے تعلیمی نظام کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ہمیں اب غفلت کی نیند سے جاگنا ہوگا۔بچہ تعلیم حاصل کرتے ہوئے ہنر بھی سیکھے۔تا کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد خودکفیل بھی ہوسکے۔ہمیں قوم کو جدید تعلیمی نظام سے روشناس کرانا ہوگا۔ہم نے تعلیمی نظام میں مضامین میں اِضافہ کیا ہے۔طالب علموں میں قابلیت کو بڑھانے کے لئے ٹھوس اقدامات نھیں کی X۔تعلیم کا بُنیادی مقصد ہوتا ہے طالب علموں کو قابل بنانا۔لیکن ہمارا تعلیمی نظام رٹو طوطا بنانے کی فیکٹری بن چُکا ہے۔طالب علموں کا قابلیت سے دُور دُور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔ہم انگریزی بولنا تو سیکھ گئے لیکن اپنی زندگی میں پیش آنے والے روزمرہ مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔نتیجہ آج ہر دوسرا طالب علم نوکری نہ ملنے پر ڈپریشن کا شکار ہے۔تعلیم جو قوم کو اُمید کی راہ دکھاتی ہے اور جینے کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ہم تعلیم حاصل کرنے کے بعد مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ہم ملک وقوم کی ترقی میں کوئی خاطرخواہ کردار ادا نہیں کر پاتے۔سب سے پہلے تعلیمی نظام کو ٹھیک کیا جائے۔بہترین نصاب کا انتخاب کیا جائے۔ایسے نصاب کا انتخاب کیا جائے جو دورِ حاضر کے مسائل کو حل کر سکے۔تعلیم ہی کے ذریعے پاکستان کی ترقی ممکن ہے۔

غزل

خراب حال ہے دل کا کون ہی بحال کرے
کسی کی یاد میں کب تک بھلا ملال کرے

لگا کے زخم ہمیں سے وہ یہ سوال کرے
اجی یہ چوٹ ہے کیسی؟ عجب کمال کرے

ہمیں تو چاہیے اک ایسی خوبرو یارو!
جو ہم سے عشق کرے، اور بے مثال کرے

کبھی نظر وہ سرِ بزم گر اٹھا لے تو
صدا بلند ہو بھاگو!! یہ تو قتال کرے

بروزِ حشر فرشتوں سے چوک ہوجائے
خدا کے سامنے دفتر نہ کوتوال کرے

یہ دل اسی کا مکاں ہے کرے جو چاہے مکیں
یا دیکھ بھال کرے یا تو پاں مال کرے

جو ہنس رہا ہے مری خستہ حالی پر سالک
خدا اسے بھی محبّت سے مالا مال کرے

عمران سالک

غزل

۔۔۔میری۔۔۔جان۔۔۔من۔۔۔

ایسے نہ مجھے سے روٹھا کرو سب ویراں مجھ کو لگتا ہے

میرے سامنے تم بیٹھی رہو سب اچھا مجھ کو لگتا ہے۔

تجھے معلوم ہے اور یہ بہتر مجھے سے جانتی ہو

میں اپنا نہیں صرف تیرا ہو کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے۔

دسمبر کی وہ سرد راتیں بنا تیرے ساون کی وہ برساتیں

ختم ہو جائے گی ایسی سب باتیں کچھ ایسا مجھکو لگتا ہے

وہ چند روز کی دوری اور پھر بے صبری تم سے ملاقات کی

تیرے بنا میری زندگی ہے ادھوری کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے

میرے من میں صرف تم ہو کیسے تم سے جدا ہو سکتا ہوں

تم اور جان ایک برابر بس کچھ ایسا مجھ کو لگتا ہے

از قلم۔چوہدری محمد وقاص انور

غزل

تحریر کریں گے جب تحریر محبت کی
کس رنگ میں ابھرے گی تصویر محبت کی

دل خود ہی بتا دے گا اقرارِ وفا کیا ہے
جب سامنے آئے گی تعبیر محبت کی

حیرت کے سمندر میں دل غرق نہ ہو جائے
کس درجہ حسیں ہو گی جاگیر محبت کی

کچھ ہوش و خرد اپنا کچھ جان گنوا بیٹھے
تب جا کے ہوئی ان سے تعمیر محبت کی

جو اہلِ خرد ہیں وہ اس راز کو کیا جانیں
دیوانے سمجھتے ہیں تفسیر محبت کی

مہتابِ منور نے بھی آ کے جبیں خم کی
جب نقش ہوئی دل میں تنویر محبت کی

وہ چشمِ کرم سے جب دیکھیں گے مری جانب
محسوس کرے گا دل تاثیر محبت کی

لکھ لکھ کے ہتھیلی پر بوسہ لے محبت کا
حسان اگر سمجھے توقیر محبت کی

محمد حسان اعظمی

غزل

کب سمجھیں گے دکھ ہمارے یہ زمانے والے

زخم جگر کب ہیں کسی اور کو دکھانے والے

اب ان سے اور وفاوں کی بھلا توقع کیا ہے

زخم کریدتے رہے ہمارے مرہم لگانے والے

جا تیرا بھلا ہو میرے رقیب کہ تیرا بھلا ہو

ان کے دل سے میرا نقش یوں مٹانے والے

تصویر یار کب بھلا یہ کمی پورا کرے گی

بہت دور چلے گئے ہمیں چھوڑ جانے والے

وہ ہم سے آج دور ہوئے بیٹھے ہیں صابری

وہی تو تھے ہم کو محفل میں بلانے والے

قلمی نام راؤ علی احمد صابری

غزل

وہ مری آنکھ سے دکھائی دے33
میری دھڑکن میں وہ سنائی دے
جان مانگی ہے جانِ جاناں نے
موت یہ کہہ کے مسکرائی، دے
کوئے دلبر میں کچھ جگہ چاہوں
کب کہا مجھ کو سب خدائی دے
اس کا طوفان احترام کریں
جو ترے نام کی دہائی دے
جو تری گفتگو کریں مجھ سے
ایسے بندوں سے آشنائی دے

محمد رضا نقشبندی

غزل

دل سے دھڑکن کو جدا رہنے دے

چارہ گر آج دوا رہنے دے

کام مشکل ہے، نہ ہوگا تجھ سے

تو وفاؤں کا صلہ رہنے دے

ڈوب جانے دے سفینہ میرا

تو میرے حق میں دعا رہنے دے

کتنی مایوس ہیں آنکھیں، یوں کر

آج دروازہ کھلا رہنے دے

زندگی ایسے گزاری ہے کہ اب

میرے مولا تو سزا رہنے دے

پھونک ڈالے نہ یہ ساری دنیا

ضبط کا شعلہ دبا رہنے دے

ہم بھی اب ہاتھ بڑھا دیتے ہیں

تو بھی اے یارانا رہنے دے

فرزانہ ساجد

غزل

کوئی پہلو میں جو آ کر بیٹھے

اشک ہم اپنے چھپا کر بیٹھے

ان کے آنے کا یقیں ہو جیسے

بام و در اپنے سجا کر بیٹھے

زخم سینے تھے طبیبو! تم نے

داغ پھر سارے ہرا کر بیٹھے

زندگی تیری تمازت کم تھی

ہم سے اپنوں کو جدا کر بیٹھے

ان سے ملنے کی تمنا توبہ

ہوش اپنے ہی گنوا کر بیٹھے

عشق رسوا X زمانہ کیوں ہو

خرمن دل ہی جلا کر بیٹھے

میں نے مانا ہے تکلف لیکن

کیا ہوا پھر جو خفا کر بیٹھے

کون ہوتا ہے کسی کا ثروت

داؤ خودی پہ لگا کر بیٹھے

ثروت دولتپوری کٹیہار بہار

غزل

عزم اونچا ہی رہے گا مرا ان شاء اللہ
وصل حاصل مجھے ہو گا ترا ان شاء اللہ

تُو مسلماں ہے تو طوفانِ حوادث سے نہ ڈر
پار ہو جائے گا بیڑا ترا ان شاء اللہ

بس یہی سوچ کے مدت سے ہوں سرگرمِ عمل
سعیٔ پیہم کا ملے گا صلہ ان شاء اللہ

مانگنا ہی ہے اگر تم کو تو رب سے مانگو
جو بھی مانگو گے وہ مل جائے گا ان شاء اللہ

ہم تو مجبور ہیں اللہ تو مجبور نہیں
کہ ستم گر کو ملے گی سزا ان شاء اللہ

بھول جاؤ جو اگر بھول ہوئی ہے مجھ سے
پھر کبھی تم کو نہ ہو گا گلہ ان شاء اللہ

بے وفا ہوتیں ہیں شبنم یہ زمیں کی حوریں
حوریں جنت کی کریں گی وفا ان شاء اللہ

حنیف شاہ شبنم بھٹکلی

غزل
(قلم)

تلوار کی نوق سے رفتار میں تیز ہے یہ قلم

دکھی قوموں کی داستانیں سناتی ہے یہ قلم

اونچے خوابوں کی تعبیر کا علم ہے یہ قلم

ہر باشعور کی پہچان ہوتی ہے یہ قلم

ہر سرفراز کا سہارا ہوتی ہے یہ قلم

ہر شخص کے سینے کی صدا ہے یہ قلم

ستمگر کے سینے میں جلن ہے یہ قلم

مظلوموں کے حقوق کی پاسبان ہے یہ قلم

بجلی کی گونج سے گرج میں تیز ہے یہ قلم

جوانوں کے سینوں میں روشناءی ہے یہ قلم

بھادر کی جرءت کے پشت ہے یہ قلم

دانا کے عقل کا ترجمان ہے یہ قلم

قلم تیرا کبھی زنگ نہ ہوا اے حیدر

سدا معصوموں کی صدا ہو تیرا یہ قلم

جب بھی وہ مجھ کو دکھائی دے گا

پھر مجھے کچھ نہ سُجائی دے گا

دل وہ خوش فہم کہ یوں سوچتا ہے

وہ........ مجھے اِذنِ رسائی دے گا

اپنے لفظوں میں معانی ڈالو
جو کہو گے وہ سنائی دے گا
دل کو بے دار اگر ہم کر لیں
بند آنکھوں سے دِکھائی دے گا
میں تو اُس وقت سے ڈرتا ہوں کہ جب
بھائی کا ساتھ نہ بھائی دے گا
شہر کا شہر ہے خاموش اسلم
کون قاتل کی دُہائی دے گا

اسلم خان اسلم

=×=×=×=×=×= غزل =×=×=×=×=×=

آتے ہو چلے جاتے ہو اک زخم نیا دے کر

ہر زخم سلا دیتی ہوں امید ※ صبا دے کر

اب کس لئے آتے ہو جلنے دو مجھے تنہا

کیوں درد بڑھاتے ہو شعلوں کو ہوا دے کر

مفلس کی میں بیٹی تھی چاہت تو تمھاری تھی

دنیا کو بتا دیتے ثروت کی ردا دے کر

حالات کی ظلمت نے ترے در سے نکالا تھا

اے کاش بلا لیتے تم ایک صدا دے کر

گر سہہ نہیں تھے سکتے طعنے بھری دنیا کے

کیوں ہاتھ تھمایا تھا وعدوں کی حنا دے کر

میں جان بھی واروں گا اے جان تری خاطر

کس منہ سے کہو گے اب اس جاں کو دغا دے کر

احمد* ! میں بھلاتی ہوں سپنے جو دکھائے تھے

تم بھی نہ کہو اپنا بے جرم سزا دے کر

(افتخار احمد)

یہ گراں بار سرد زنجیریں"

بے ثمر اس پہ ساری تدبیریں

ساتھ جب دے نہیں مقدر تو

کیسے بدلیں گے آپ تقدیریں

سر اُٹھا کر جدھر بھی دیکھا ہے

روتی دیکھی ہیں ہم نے تصویریں

تیری چھوٹی سی ایک غفلت سے

منہ چڑانے لگیں یہ تدبیریں

گھپ اندھیرا ہے میرے چاروں طرف

کام آتی نہیں یہ تنویریں

حل کرو مسئلے بصیرت سے

ورنہ نکلیں گی سب کی شمشیریں

جاگتی آنکھوں سے جو دیکھے ہیں

کون بتلائے اُن کی تعبیریں

سر جھکا لو گے عاجزی سے اگر

ختم ہو جائیں گیں یہ تقصیریں

تنگ دستی ہے جب مقدر میں

ہاتھ آئیں گی کیسے جاگیریں

جن کو رانجھے شمیم چھوڑ گئے

روتی پھرتی ہیں آج وہ ہیریں

شمیم چودھری

غزل

رشتہ یہ دور کا نہیں ہوتا
عشق میں فاصلہ نہیں ہوتا

کس کو دل سے قریب رکھنا ہے
تجھ سے کیوں فیصلہ نہیں ہوتا

کیا ہے تدبیر دل بہلنے کی
غیر سے مشورہ نہیں ہوتا

رات دن میں اداس رہتا ہوں
تجھ سے جب رابطہ نہیں ہوتا

تیری مرضی اگر نہیں ہوتی
پیار کا سلسلہ نہیں ہوتا

ایک ہو کر رہیں بہر صورت
عشق میں دوسرا نہیں ہوتا

ہے کوئی سمت پھر تعین کی
کس جگہ پر خدا نہیں ہوتا

دل پہ قابو جو ہوتا اے زاہد
تجھ پہ ہرگز فدا نہیں ہوتا

زاہد حسین